www.naqshbandiaowaisiah.com

المرشد

ماهنامه لاهور

فروری 2003ء

اللہ محمد رسول

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

عراق کے خلاف ممکنہ حملہ: تیل پر قبضے کا امریکی منصوبہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المُرشد لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

فروری 2003ء / ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ

جلد نمبر 24 ✱ شمارہ نمبر 7

مدیر ——— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

اعجاز احمد اعجاز ✱ سرفراز حسین

سرکولیشن مینیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

عبدالحمید، رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1- تیل پر قبضہ کرنے کا امریکی منصوبہ (اداریہ)	محمد اسلم	3
2- برکاتِ نبوت	امیر محمد اکرم اعوان	4
3- میدانِ عمل	امیر محمد اکرم اعوان	12
4- محبت کا تقاضا	امیر محمد اکرم اعوان	16
5- مراقبات کا حاصل	امیر محمد اکرم اعوان	24
6- میڈیا اور ہمارا کردار؟	امیر محمد اکرم اعوان	35
7- حالاتِ حاضرہ اور ہم	عبدالقدیر اعوان	43
8- زکوٰۃ	آسیہ اعوان	46
9- ''رہ نوردِ شوق'' کا سفر	صفدر شاہد	49
10- من الظلمٰتِ الی النور	شبر نذیر	53
11- لذت آشنائی	ابوالاحمدین	58
12- حج کی مرکزیت و عالمگیریت	ڈاکٹر لیاقت علی نیازی	60
13- مراسلات	قارئین	64

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	200 روپے	3000 روپے
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	700 روپے	8000 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال	750 ریال
برطانیہ - یورپ	30 اسٹرلنگ پاؤنڈ	150 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس ـ لاہور 042-6314365 | ناشر ـ پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد اے ـ ٹی ـ ایم ـ بلڈنگ پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد ـ فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk — E.Mail : info@alikhwan.org.pk

ہیڈ آفس = ماہنامہ المُرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور ـ فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

سلسلہ کے ساتھی متوجہ ہوں

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے تمام ساتھیوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ "ناظم اعلیٰ" سے متعلقہ تمام جملہ امور کیلئے اب براہ راست حضرت المکرمّ سے رجوع کریں۔

اسرارالتنزیل

امیر محمد اکرم اعوان کے ایمان افروز قلم سے لکھی گئی تفسیر ''اسرارالتنزیل'' قرآن پاک کی روح کو سمجھنے میں بہت مدد دیتی ہے۔ تصوف کے حوالے سے آیات کی تفسیر بڑے خوبصورت انداز سے کی گئی ہے۔ صاحب تفسیر نے بالکل سادہ انداز سے لکھا ہے۔ تفسیر کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

سچی توبہ کا مقام

نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے۔ التَائب حَبِیبُ اللہ وَالتَائبُ مَن الذَنب کَمنْ لَاذَنبَ لہٗ گناہ سے توبہ کرنے والا اللہ کا محبوب ہے اور توبہ کرنے والا ایسا ہو گیا جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ اور یہ تو اللہ کریم کی صفت ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے خواہشوں اور آرزوؤں تک سے آگاہ ہے۔ اور اگر کسی نے غرغرہ موت تک توبہ نہیں کی تو یہ شیطان کے اوصاف میں سے ہے پھر جب موت سر پر آ گئی آخرت ظاہر ہو گئی تو قبولیت توبہ کا وقت نکل گیا امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کبھی گناہ کا ارتکاب نہ ہونا یا فرشتوں کا مقام ہے اور یا پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معصوم ہوتے ہیں اور مسلسل گناہ کرنا اور کبھی ندامت نہ ہونا یا ترک گناہ کی طرف نہ آنا یہ شیطان کی صفت ہے اور تیسرا درجہ بنی آدم کا ہے کہ گناہ کا ہو جانا اور اس پر فوراً ندامت کا ہونا آئندہ اسے چھوڑنے کا پختہ عزم اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب کرنا ہے اگر مسلسل برائی میں ہی موت نے آلیا تو نہ صرف عذاب ہوگا بلکہ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے جو ان کے لئے خاص طور پر تیار کیا گیا ہے اعاذ نا اللہ منہا اور گناہِ مسلسل پر احساس ندامت کا نہ ہونا شقاوت قلبی کا پتہ دیتا ہے جو دنیا کی زندگی میں ایک بہت بڑا عذاب ہے اور مفضی الی الکفر ہے کہ ایمان کا سلب ہو جانا آخری سزا ہے پھر کبھی نجات کی امید نہیں رہتی اور موت کا وقت انسان کے علوم کی رسائی سے باہر ہے اس لئے زندگی میں مسلسل توبہ کی ضرورت ہے کیا خبر کونسی پل آخری پل ثابت ہو۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ

تیل پر قبضہ کرنے کا امریکی منصوبہ

اس وقت دنیا بھر کا میڈیا عراق پر امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کے ممکنہ حملے کی خبریں دے رہا ہے۔ تبصروں، جائزوں اور رپورٹس میں اس حملے کی وجوہات اور نقصانات کا ذکر ہو رہا ہے جبکہ دنیا بھر کے مسلم عوام یک طرفہ امریکی رویہ کے خلاف سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔ روزانہ دنیا کے مختلف حصوں میں امریکہ کی مخالفت میں مظاہرے ہو رہے ہیں، ریلیاں نکالی جارہی ہیں اور سیمینارز منعقد ہو رہے ہیں، حتیٰ کہ امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کے عوام بھی اب عراق پر ممکنہ حملے کے خلاف سڑکوں پر احتجاج کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اقوام عالم سے احتجاج کی صدائیں اُٹھنے کے باوجود بھی امریکہ پر کوئی اثر نہیں ہو رہا اور وہ ہر صورت عراق کیخلاف حملہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی طرف سے عراق میں معائنہ کے لئے بھیجے جانے والے اسلحہ انسپکٹروں نے بھی اپنی ابتدائی رپورٹ میں قرار دیا ہے کہ عراق کے پاس مہلک ہتھیار نہیں ہیں مگر امریکہ اقوام متحدہ کے معائنہ انسپکٹروں کو بھی نظر انداز کر رہا ہے اور اس بات پر بضد ہے کہ وہ عراق کے خلاف کارروائی ضرور کرے گا۔ امریکہ نے عراق پر حملے کے لئے ہزاروں فوجی، جنگی بحری بیڑے اور جدید ہتھیار پہلے ہی خلیج میں پہنچا دیئے ہیں اور وہ کسی بھی وقت عراق پر چڑھائی کر سکتا ہے۔

بظاہر تو امریکہ عراق پر حملے کی وجہ عراق کے پاس مہلک ہتھیاروں کا ہونا بتا رہا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دراصل امریکہ کا اصل ٹارگٹ نہ تو عراق کو غیر مسلح کرنا ہے اور نہ ہی اسے کسی مسلمان حکومت سے کوئی خوف ہے وہ تو دنیا بھر میں تیل کے ذخائر پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور عراق میں اُس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ صدر صدام حسین ہیں۔ صدر صدام حسین کو اقتدار سے ہٹا کر اس کی جگہ اپنی پسندیدہ حکومت قائم کر کے امریکہ اپنے مفادات کی تکمیل چاہتا ہے۔ اس سے قبل امریکہ نے افغانستان میں بھی طالبان اور القاعدہ کو دہشت گرد قرار دے کر کارروائی کی لیکن وہاں بھی اس کے مفادات کچھ اور تھے۔ حقیقت میں امریکہ ایشیاء میں تیل اور گیس کے ذخائر پر اپنی اجارہ داری قائم کرنیکی پالیسی پر گامزن ہے۔ جس میں اس نے بڑی حد تک کامیابی حاصل کی۔

اس وقت مسلمان ممالک تاریخ کے جس نازک دور سے گزر رہے ہیں اس میں مسلمان ممالک کے حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کا بڑا عمل دخل ہے اور بار بار ٹھوکریں کھانے کے بعد بھی وہ اس بات کو سمجھ نہیں پا رہے ہیں کہ امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک کبھی بھی ان کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ مغربی ممالک کو تو صرف اپنے مفادات عزیز ہیں، جن کی تکمیل کے لئے وہ مسلمان حکمرانوں کو پہلے دوست بناتے ہیں اور پھر انہیں کو شکار کر لیتے ہیں۔

موجودہ حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان حکمران ماضی کے تجربات سے سبق سیکھیں اور متحد و منظم ہو کر امریکہ اور دوسری مغربی طاقتوں کا مقابلہ کریں۔ اگر اب بھی مسلمان حکمرانوں نے ہوش سے کام نہ لیا تو ایک ایک کر کے امریکہ تمام مسلم ممالک کے وسائل پر قابض ہو جائے گا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

برکاتِ نبوت

ایک دنیوی حکمران چھوٹے سے چھوٹا بھی ہو۔ وہ کسی کا دوست ہو اور اس کو اذنِ عام دے کہ جب چاہو مجھ سے ملو۔ جو ضرورت ہو مجھ سے کرو۔ وہ اس سے کمتر کسی سے بات کرے گا۔ جب ضرورت ہوگی وہ سیدھا اس کے پاس جائے گا کسی کو خاطر میں نہیں لائے گا۔ جبکہ اللہ جس سے کہے کہ مجھ سے ضرور ملو۔ میری بارگاہ میں حاضری دو اور جو جو ضرورتیں ہیں مجھ سے بیان کرو۔ میں تمہاری ضرورتیں پوری کروں گا۔ میں تمہارا رب ہوں۔ پروردگار ہوں بندہ مان لے تو بھلا کس کے سامنے جھکے گا۔ ہاتھ پھیلائے گا۔ یہی کمال تھا مشائخ کا کہ لوگوں کو اللہ سے اس قدر آشنا کر دیا۔ ع ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے کہ بچھڑے ہوئے لوگوں کو پکڑ کر اللہ کے حضور کھڑا کر دیا اور مشائخ کا کمال اتباع نبویؐ ہے کہ بچھڑے ہوئے لوگوں کو اللہ کے حضور کھڑا کر دیں۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 10/1/03

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یٰایھاالذین امنو لا تَخُونو اللّٰہ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا اَمَانٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُون. وَاعْلَمُوا اَنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتنہ وَاَنَّ اللّٰہ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیم o یا ایھا الذِینَ امنو ان تَتَّقُو اللّٰہ یَجْعَلْ لَکُمْ وَیُکَفِّر عَنْکُمْ سَیّاتِکُمْ وَیَغفِرلَکُم واللّٰہ والفَضْلِ العَظِیمْ o اللّٰھُم سبحانک لا عِلْمَلَنا اِلّا مَا عَلَّمتنا اِنَّکَ اَنْتَ العَلِیمُ الحکیم مولایا صَلِّ وَسَلِّم دائماً ابداً عَلٰی حبیبکَ مَنْ ذانَتْ بِہ العصروا.

سورۃ انفال کی یہ ایت مبارکہ ہے اللہ کریم نے اپنے ایمان دار بندوں کیلئے ضابطے اور اصول متعین فرما دیئے ہیں۔ انسان بہت ہی کمزور ہے شیطان اور نفس کے علاوہ یہ خود اپنا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اسی کے غلط فیصلے' غلط اٹھنے والے قدم' اور اس کی ناروا خواہشیں سب سے بڑی دشمن ہیں۔ ان سب دشمنوں میں اللہ کریم نے محفوظ ترین راستہ متعین فرما دیا ہے۔ فرمایا یٰایھا الَّذِیْنَ اٰمنُو لاتخونو اللّٰہ والرَّسُول اے ایمان والو! کبھی اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو۔ اللہ اور اس کے حبیب ﷺ سے خیانت کیا ہے؟ سب سے پہلی اور سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ ہم اللہ کی اطاعت کو بوجھ سمجھیں۔ کریں تو سہی لیکن اسے ایک بوجھ جان کر۔ رزق حلال کی طلب کریں لیکن اسے مصیبت سمجھیں عبادت کریں نماز روزہ کریں۔ لیکن اسے ایک مصیبت اور ایک بیگار سمجھیں اس کے بعد دوسری بڑی خیانت یہ ہے کہ ہم دین میں اپنی سہولت کیلئے رسومات کو داخل کر لیتے ہیں اگر کوئی غلطی بھی ہو۔ گناہ بھی ہو۔ اور اس کا اعتراف کیا جائے کہ میں نے یہ غلط کیا ہے۔ مجھ سے یہ جرم ہوا ہے۔ اللہ توبہ کی توفیق دے دے گا۔ لیکن ہماری مصیبت اور انسان کی مصیبت یہ ہے کہ اپنے کردار کے جواز تلاش کرتا رہتا ہے اور آیات کے مفہوم پھیر کر احادیث مبارکہ کے احکام کو پھیر کر ان کی تاویلیں گھڑ گھڑ کر اپنی خواہشات کی تکمیل اور اپنے کردار کا جواز پیدا کرتا ہے۔ اور یہ سب سے بڑی خیانت ہے فرمایا انسان سے غلطی ہو سکتی ہے۔ یہ اور بات ہے۔ لیکن حلال کو حرام یا حرام کو حلال' اس کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو ہے۔ جو چیز اللہ نے حرام قرار دی حرام ہے۔ جو چیز رسول اللہ ﷺ نے حرام فرمائی وہ حرام ہے۔ جو چیز اللہ نے حلال کی ہے وہ حلال ہے۔ جو نبی کریم ﷺ نے حلال بتائی وہ حلال ہے۔ لیکن ماؤشما' عالم ہو یا مولوی میرا اور آپ کا ایسا بتانا' کہ اللہ نے نہ بتایا ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے نہ بتایا ہو۔ یہ دین میں خیانت ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں یہاں روزمرہ کے مسائل ایسے ہوتے ہیں۔ لوگ لڑ کر بیویوں کو طلاق دے دیتے ہیں۔ ایک عام مسئلہ ہے آپ کسی عالم کے پاس جاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے طلاق ہوگئی اس پہ بس نہیں کرتے۔ تب تک پھرتے رہتے ہیں۔ جب تک کہیں کوئی یہ نہیں کہہ دیتا کہ نہیں ہوئی۔ خیر ہے۔ بیان بدل دیں گے۔ بات بدل دیں گے۔ کسی کو پیسے دیں گے۔ لیکن حرام کو حلال کہلوائیں گے بھئی لوگوں کے کہنے سے کیا ہوگا۔ حساب تو اللہ کے نزدیک ہوگا۔ ایک جرم تو آپ

نے کیا کہ طلاق دے دی اب اس کے بعد دوسرا جُرم یہ ہے کہ اس کیلئے جواز تلاش کئے جا رہے ہیں۔ یہ تو ایک مثال ہے۔ اس طرح کی بے شمار مثالیں زندگی میں ملتی ہیں۔ جن میں ہم نے زندگی کے امور میں شادی کے امور میں مرنے تک کے امور میں ہم نے رسومات کو جاری کر لیا اور انہیں ثواب بھی سمجھتے ہیں۔ یہ اللہ کے ساتھ خیانت ہے کہ اس کے دین میں وہ باتیں گھڑی جائیں جو دین کا حصہ نہیں ہیں۔ یہ نبی ﷺ کے ساتھ بھی خیانت ہے۔ آپ ﷺ نے جس چیز کو دین نہیں فرمایا۔ اسے دین سمجھا جائے۔ دیانت وامانت یہ ہے کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم بے چوں وچرا مانا جائے۔ اور محبت سے مانا جائے۔

اطاعت پیغمبر ﷺ کے لئے حکم ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ پھر ان پر آپ کا اطاعت کرنا کوئی ناگوار نہیں گزرتا۔ یعنی شرط ہے قرآن حکیم میں یہ شرط ہے کہ اطاعت کرتے ہیں اور دل سے کرتے ہیں ناگواری سے بوجھ سمجھ کر نہیں کرتے۔ اگر اطاعت میں ناگواری خیانت ہے۔ تو ایسی چیز جو اطاعت ہی نہ ہو۔ اور اسے دین کا حصہ بنا دیا جائے یہ سب سے بڑی خیانت ہے۔ وَتَخُونُوا اَمٰنٰتِکُم اور جو امانتیں تمہارے پاس مخلوق کی ہیں۔ حقوق ہیں۔ اولاد کے حقوق امانت ہیں۔ والدین کے حقوق امانت ہیں۔ معاشرے کے حقوق امانت ہیں۔ مسلمان کے حقوق امانت ہیں۔ بحیثیت انسان کوئی بھی دین یا مذہب رکھتا ہے جو اس کے حقوق ہیں وہ امانت ہیں۔ اللہ نے جو حق کسی کو دیا ہے۔ وہ اس کی امانت ہے۔ اس کے حق میں مداخلت نہ کرو۔ اللہ کے نزدیک اللہ کے حبیب ﷺ کے نزدیک خیانت کرنے والے شمار ہوں گے۔ اور فرمایا وَاَنْتُمْ تَعْلَمُون اور یہ ایسی بات ہے جسے ہر بندہ جانتا ہے۔ تم خود سمجھتے ہو۔ اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ دین اتنا واضح ہے کہ آپ کسی ان پڑھ سے ان پڑھ

اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کیا ہے؟ سب سے پہلی اور سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ ہم اللہ کی اطاعت کو بوجھ سمجھیں

بندے سے، کسی گڈریئے، چرواہے جنگل میں رہنے والے سے پوچھیں۔ اس کے پاس بھی نیکی اور گناہ کا تصور بڑا واضح ہے۔ وہ سمجھتا ہے یہ غلط ہے یہ سہی ہے۔ یہ بات وہ بھی جانتا ہے کہ اپنی طرف سے کوئی چیز دین میں نہیں گھڑنی چاہئے۔ اور یہی وہ جرم ہے۔ جو ادیان سابقہ میں پہلی امتوں کے علماء نے نبی اسرائیل نے کیا۔ عسائیوں نے کیا یہودیوں نے کیا کہ اللہ کے احکام کی تعبیریں گھڑی، تاویلیں گھڑی، اور حرام کو حلال قرار دیا۔ اور ابھی تک کرتے جا رہے ہیں ابھی تک کلیساء اور یہودیوں کے جو مذہبی پیشوا ہیں وہ ابھی تک اس طرح کے فیصلے کرتے جا رہے ہیں۔ جو چیزیں اللہ نے حرام کی ہیں۔ وہ کلیساء حلال کر دیتا ہے۔ تو فرمایا تم سب جان بوجھ کر کرتے ہو۔ اور یہ بہت بڑا جرم ہے اور یہ بات یاد رکھو بندہ کیوں خیانت کرتا ہے۔ اپنی شہرت کیلئے، مالی فائدے کیلئے، اپنی اولاد کی خاطر، تو فرمایا وَاعْلَمُوْا یہ بات کان کھول کر سن لو۔ اِنَّمَا اَموَالُکُم وَ اَولَادُکُم فتنۃ تمہارا مال ودولت، تمہاری اولاد یہ تمہاری آزمائش ہے۔ یہی انسان ہے کہ تمہیں مال ودولت اور اولاد کی محبت گھیر کر اللہ کی نافرمانی پر لے جاتی ہے۔ یا تم سب کے ساتھ وہ برتاؤ کرتے ہو۔ جو ان کا شرعی حق بنتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کے پاس مال ہو ہی نہیں، یہ مطلب نہیں کہ کسی کی اولاد ہو ہی نہیں اولاد بھی ہو، مال کماؤ، حلال مال کمانا فرض عین ہے۔ اور اسے اللہ کی راہ پر خرچ کرنا بہت بڑی سعادت ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جب امراء نے مال ودولت پیش کیا کتنے غزوات وسرایہ ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کیلئے مال جمع کرنے کا حکم دیا۔ تو صحابہ اکرام جو مال دار تھے۔ وہ بہت زیادہ مال دیتے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ اگرچہ مالدار نہیں تھے۔ لیکن ایک غزوہ میں جب آپ ﷺ نے اعلان فرمایا تو گھر کا سارا اثاثہ لے آئے۔ تو جو مفلس اور غریب صحابہ تھے۔ وہ بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ امراء تو ہم سے بازی لے گئے۔ مالدار لوگ تو ہم سے جیت گئے۔ ان کے پاس اللہ کا

www.naqshbandiaowaisiah.com

دیا ہوا مال ہے اور انہوں نے آپ کی خدمت عالی میں اور اللہ کی راہ میں پیش کر دیا۔ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں تسبیحات پڑھنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا اگر تم یہ پڑھا کرو۔ تو جتنا انہیں مال دے کر ثواب ملتا ہے۔ اتنا ثواب تمہیں بھی ملے گا۔ لیکن ہوا یہ کہ حضور ﷺ نے جب وہ تسبیحات ارشاد فرمائیں۔ تو جو مالدار تھے۔ جنہوں نے مال دیا تھا۔ ان کو منع تو نہیں تھیں۔ انہوں نے بھی پڑھنی شروع کر دی۔ حضور ﷺ کا لفظ مبارک تو بڑی بات ہے۔

علامہ بازل ایرانی جب تاریخ منظوم کرتا ہے فارسی میں اگر چہ وہ شعیہ ہے اس کے باوجود جب صحابہ اکرامؓ کا حال لکھتا ہے تو وہ پوری تاریخ فارسی اشعار میں ہے اور اصلی اب نایاب ہے۔ ہماری لائبریری میں الحمد اللہ موجود ہے۔ اس کا نسخہ تو کہتا ہے کہ وہ ایسے عجیب لوگ تھے۔

ترجمہ:- حضور اگر لعاب مبارکہ بھی پھینکتے ہیں حضور اگر تھوک مبارک بھی پھینکتے ہیں تو ایسے پتا چلتا ہے کہ اس پر لڑائی ہو جائے گی۔ اس طرح جھپٹتے ہیں۔ اور زمین پر گرنے نہیں دیتے اور جس کسی کے ہاتھ پر پڑتی ہے اسے وہ اپنے منہ پر ملتا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے لئے یہی سب سے بڑا اعزت کا مقام ہے۔ کہ حضور ﷺ کا لعاب دہن ہم نے چہرے پر مَل لیا۔

تو وہ حضرات جو آپ ﷺ کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ آپ ﷺ کے ارشاد عالی کو زمین پر جانے دیتے تھے۔ ایک ایک لفظ پر جان دیتے تھے۔ اور منتظر رہتے تھے کہ بارگاہ عالی سے کون سا نیا حکم صادر ہوتا ہے کہ اس کی تعمیل سے ہم بہرہ ور ہوں۔ اور یہی انداز ہے۔ جسے مسلمانی کہتے ہیں۔ لیکن ان سب کی اولاد بھی تھی۔ ان میں بڑے بڑے مالدار بھی تھے ان کی اولاد کی محبت یا ان کے مال کی محبت اطاعت الٰہی اور عشق رسول میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی۔ لیکن اگر کوئی اولاد کی محبت میں اور مال کی محبت میں احکام شریعت سے متجاوز کرتا ہے اور پھر اسے حلال بھی کہتا ہے۔ تو یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ تو فرمایا مال اور اولاد دو بڑے امتحان ہیں۔ اتنے بڑے امتحان کہ انہیں فتنہ کہا گیا۔ یعنی بہت بڑی آزمائش۔ یہاں فتنہ فساد کے معنوں میں نہیں ہے۔ آزمائش کے معنوں میں ہے۔ امتحان کے معنوں میں ہے۔ وَاَنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۔ ایک طرف دنیوی مال و زر ہے اور دوسری طرف اللہ کا اجر ہے۔ اور اس بات پر یقین کر لو۔ کہ اللہ کا اجر بہت بڑا ہے۔ اور بہت قیمتی ہے اور دائمی ہے ہمیشہ کیلئے ہے پھر ایک ہی بات بتائی۔ یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُو اِن تَتقو اللّٰہ۔ آدمی جب یہ سارا حال سنتا ہے۔ تو پھر سمجھتا ہے کہ میں مصیبت میں پھنس گیا یہ تو قدم قدم پر ڈگمگانے کا خطرہ ہے۔ میری نگاہ محدود ہے اور راستہ طویل ہے۔ جانے کس موڑ پر کون سا خطرہ ہے۔

انسان کی مصیبت یہ ھے کہ یہ اپنے کردار کے جواز تلاش کرتا رھتا ھے۔ آیات کے مفھوم احادیث کے احکام کو پھیر کر اپنی خواھشات کی تکمیل اور اپنے کردا کا جواز پیدا کرتا ھے۔

تو فرمایا میں تمہیں آسان اور مختصر طریقہ بتاتا ہوں۔ یَا اَیُّھَاالَّذِینَ اٰمَنُو اِنْ تَتَّقُو اللّٰہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے خاص نسبت اور تعلق استوار کر لو۔ تقویٰ کا معانی اردو میں ڈر لکھتے ہیں۔ لیکن یہ ڈر مختلف قسم کا ہے۔ یہ وہ ڈر ہے۔ جو تعلقات میں بال آجانے کا ڈر ہے۔ یعنی اللہ سے ایسا رشتہ ہو کہ کوئی بھی کام کرتے وقت سوچنا پڑے کہ کہیں کوئی میرا جو تعلق ہے اللہ سے اس میں کوئی دراڑ تو نہیں آجائے گی۔ یہ تقویٰ ہوتا ہے اور یہی وہ نعمت ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تقسیم فرمائی۔ آپ ﷺ سے دو طرح کی رحمتیں تقسیم ہوئیں۔ دنیا جاہل تھی۔ اللہ کے نام سے ناواقف تھی۔ اللہ کی ذات سے ناواقف تھی۔ اللہ کی صفات سے ناواقف تھی۔ تعلیمات رسول اللہ ﷺ نے حق اور باطل واضح کر دیا۔ اللہ کی ذات کے بارے آپ ﷺ نے بتایا۔ اللہ کی صفات کے بارے آپ ﷺ نے بتایا۔ اللہ کس بات کو پسند فرماتا ہے۔ آپ ﷺ نے بتایا۔ اللہ کریم کس بات کو پسند نہیں فرماتے۔ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا۔ یہ سب کیا ہے؟ قرآن' حدیث' فقہ یہ سب کیا ہیں؟ تعلیمات محمد رسول اللہ ﷺ لیکن آپ ﷺ عام معلم نہیں تھے۔ آپ ﷺ اللہ کے رسول تھے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

آپ نے صرف تعلیم نہیں دی۔ خلوص دل سے اس تعلیم پر عمل کرنے کا جذبہ بھی عطا فرمایا۔ اور وہ ہیں برکات محمد رسول اللہ ﷺ۔ تعلیمات عام ہیں۔ قرآن کریم کوئی بھی لیکر پڑھ سکتا ہے۔ حدیث شریف کوئی بھی لیکر پڑھ سکتا ہے۔ حتیٰ کہ کافروں نے بھی' اہل مغرب کے کفار نے بھی جنہیں مستشرکین کہتے ہیں جنہوں نے علوم شرکیہ پر عبور حاصل کیا انہوں نے بھی عمریں لگا دیں۔ بے شمار قرآن کی تفاسیر پڑھیں۔ عربی کو بطور زبان پڑھا' پھر احادیث پڑھی۔ پھر فقہ پڑھی' اس سارے کا حاصل کیا ہوا۔ ساری ساری زندگی محنت کر کے یہ تلاش کرتے رہے کہ کہاں کیا اعتراض کیا جائے۔ تعلیمات ہمارے پاس بھی ہیں۔ کون ہے ہم میں سے جو حلال حرام کو نہیں جانتا ہے کون ہے ہم میں سے جس کے پاس گناہ ثواب کی خبر نہیں ہے۔ یہ تعلیمات آقائے نامدار ﷺ ہیں۔ لیکن یہ سب جانتے ہوئے ہماری زندگی میں کوئی مثبت تبدیلی کیوں نہیں آتی۔ ہم گناہ چھوڑ کر نیکی کیوں نہیں کرتے۔ اس کے لئے برکات محمد رسول اللہ ﷺ کی ضرورت ہے۔ کہ اندر وہ جذبہ آ جائے۔ سینہ روشن ہو جائے' دل صاف ہو جائے۔ جہاں سے خواہشات اور آرزوئیں جنم لیتی ہیں وہ جگہ منور ہو جائے۔ سوچ روشن ہو جائے۔ فکر اور خیال روشن ہو جائے۔ اور اسی کے لئے یہی برکات تھیں۔ جنہوں نے ہر اس مومن کو جو بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچا' صحابی بنا دیا۔ جو صحابہ کی خدمت میں پہنچے۔ تابعی کہلائے۔ اور جو تابعین کی خدمت میں پہنچے۔ تبع تابعی کہلائے۔ کیا صحابہ کے پاس۔ تابعین کے پاس تبع تابعین کے پاس دین کا کوئی زائد علم تھا۔ قرآن کے علاوہ کوئی کتاب تھی۔ ان پانچ فرائض اور تہجد نوافل یا عبادت جو آج ہیں ان کے علاوہ کوئی عبادت تھی۔ آج بھی لوگ جہاد کرتے ہیں۔ اس وقت بھی لوگ جہاد کرتے تھے۔ آج بھی لوگ

دیانت اور امانت یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کا حکم بے چوں وچرا مانا جائے اور محبت سے مانا جائے۔

روزے رکھتے ہیں۔ اس وقت بھی یہی رمضان تھا۔ آج لوگ حج کرتے ہیں۔ حج اس وقت بھی یہی تھا۔ تعلیمات اور عبادات میں کوئی کمی بیشی نہ ہوتی۔ اگر کوئی کمی بیشی کرتا ہے تو وہ دین ہی نہیں ہے اس کا مطلب ہے کہ ان کے پاس بھی تعلیمات وہی تھیں۔ جو آج میرے اور آپ کے پاس ہے۔ پھر ہمیں توفیق عمل کیوں نہیں؟ جب کہ ان کی جان جاتی تھی۔ اور ان کا عمل نہیں چھوٹتا تھا۔ جان جا سکتی تھی۔ لیکن تعلیمات نبوی پر عمل چھوڑنے کا تصور نہیں کر سکتے تھے۔ اور ہماری ذرا سی طبیعت خراب ہو۔ تو سارا دین چھوٹ جاتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے پاس برکات محمد رسول اللہ ﷺ بے حد و بے شمار تھیں۔

اور ہم برکات نبوی ﷺ کے حصول میں بہت پیچھے رہ گئے۔ آج دنیا میں جس قدر تبلیغ ہوتی ہے۔ آج دنیا میں جس قدر ذرائع ہیں تبلیغ کے' آج دنیا میں جس قدر کتابیں چھپتی ہیں۔ اخبارات چھپتے ہیں۔ رسائل چھپتے ہیں۔ جتنا ریڈیو' ٹیلی ویژن کرتا ہے اور ہر شعبے میں دین کی بات ضرور ہوتی ہے۔ پھر خالص دینی رسالے کتنے چھپتے ہیں۔ لوگ پیدل چل کر کتنے تبلیغ کرتے ہیں۔ کتنے جلسے ہوتے ہیں۔ علماء کتنی تبلیغ کرتے ہیں۔ تو گویا تعلیمات تو اس حد تک پھیلائی جا رہی ہیں کہ جس کا اس زمانے میں تصور بھی موجود نہیں۔ لیکن عجیب بات ہے۔ کہ ان زمانے میں عمل بہت زیادہ تھا۔ جب اب تعلیمات پہنچانے کے ذرائع زیادہ ہیں۔ اور عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔ کوئی بات تو ہے۔ اور وہ ایک ہی بات ہے کہ ان کے پاس صرف تعلیمات محمد رسول ﷺ ہی نہیں تھیں۔ برکات محمد رسول اللہ ﷺ بھی تھیں اور ہم نے تعلیمات پر قناعت کر لی۔ اور برکات کو تلاش نہ کیا۔ برکات نبوی ﷺ یہ تھیں۔ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ۔ کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک ان کے بدن کا ہر ذرہ اللہ اللہ کرتا تھا۔ یہ برکات محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور اسلام میں پیری مریدی اسی وجہ سے آئی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں جو پہنچا صحابی ہو گیا۔ مرد' عورت' بڑا' بوڑھا' امیر' غریب' پڑھا لکھا' ان پڑھ' صحابہ کی خدمت میں جو جہاں پہنچا تابعی ہو گیا۔ تابعین کی خدمت میں جو پہنچا تبع تابعی ہو گیا۔ اس کے

بعدوہ عالم نہ رہا۔اس کے بعد بڑے بڑے خوش نصیب اور بڑے عالی ہمت لوگ تھے۔ جنہوں نے حصول برکات کیلئے محنتیں کیں۔اور پھران میں سے چند اتنے بڑے نام نکلے۔جنہوں نے وہ برکات آگے پہنچائیں اور وہ برکات حاصل کر کے آگے پہنچانے والے شیخ کہلائے۔ برکات کے طالب جو تھے اور جنہوں نے حاصل کیں وہ اس کے مرید کہلائے۔ یوں پیری مریدی کا سلسلہ شروع ہوا۔پیر کیا تھا؟ پیر استاد تھا۔ پیر حاصل برکات نبوی ﷺ تھا۔ مرید طالب برکات نبوی تھا۔اب اسمیں یہ جو چیزیں داخل ہو گئیں۔کہ فلاں پیر کے پاس جاؤ تو بیٹا ہوگا۔ فلاں پیر کے پاس جاؤ تو بیماری ٹھیک ہوگی۔ یہ تو ہم نے ہندوؤں سے لے لیں۔ پیری مریدی میں کسی کی صحت' بیماری' کسی کی روزی بڑھانے گھٹانے' کسی کو بڑا چھوٹا کرنے کا کوئی تصور اسلام میں نہیں تھا۔ یہ سارے کام اللہ کرتا ہے اور اللہ ہر بندے کی سنتا ہے۔اور سب سے بہتر دعا وہ ہے جو بندہ خود اپنے حق میں کرتا ہے۔خود اللہ سے درخواست کرتا ہے کہ اللہ میں تیرا مجبور و بے بس بندہ ہوں' میری یہ ضرورت ہے پوری فرما دے۔ یہ بات اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مومن' مومن کیلئے دعا کیا کرے۔ یہ ایک الگ بات ہے آپ کسی اچھے بندے کے پاس بیٹھیں یقیناً وہ آپ کیلئے بہتر آرزو کرے گا۔ بہتر سوچے گا۔اس کی خواہش وآرزو' حقیقت دعا ہے۔ وہی دعا ہے آپ کے حق میں کہ جو آپ کیلئے وہ اچھائی سوچتا ہے۔ اللہ کریم اس کے ارادے اور اس کی سوچوں کو جانتے ہیں۔ اگر ہاتھ اٹھا دیتا ہے۔تو سنت ہے۔لیکن سب سے بہتر دعا وہ ہے۔جو بندہ اپنے لئے خود کرتا ہے۔ اس کا رب موجود ہے۔اس کے سامنے ہر وقت موجود ہے۔شہ رگ سے زیادہ قریب تر ہے۔ لہذا پیر کا کام تھا ذات باری اور خود وجود انسانی

فرمایا۔ یہ بات کان کھول کر سن لو۔ تمھارا مال ودولت، تمھاری اولاد یہ تمھاری آزمائش ہے۔یہی امتحان ہے۔ کہ تمھیں مال ودولت اور اولاد کی محبت گھیر کر اللہ کی نافرمانی پرتو نہیں جاتی ہے۔

میں جو دیواریں حائل ہے۔ وہ کاٹ کے بندے کو اللہ کے روبرو کر دے۔ بندے میں وہ شعور پیدا کر دے کہ اللہ کو حاضر وموجود مان لے۔ جانتے تو ہم سب ہیں جاننا اور ہے ہم سب جانتے ہیں اللہ ہر جگہ موجود ہے۔لیکن یہ بات مانی بھی جائے اگر مان لی جائے تو کون ہے۔جو اللہ کے روبرو گناہ کرے یہ جو ہم مسلسل گناہ کرتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ ہم جانتے ہیں۔اللہ موجود ہے۔لیکن اس کا ہمیں یقین نہیں ہے۔ مانتے نہیں ہیں۔اور پیر اس لئے ہوتے تھے کہ ایسی کیفیت دل میں پیدا کر دیں۔برکات نبوی ﷺ کے حاصل ہوں۔طالب کے دل میں وہ برکات انڈیلیں وہ اللہ کو حاضر وموجود ماننے لگ جائے۔ اپنے ساتھ تو ماننے لگ جائے۔ عبادات کرے تو اس کو یقین ہو کہ میں اللہ کے روبرو سجدہ کر رہا ہوں۔تو آرزو دل میں آئے تو وہ سمجھ لے کہ میرا رب میری بات سُن رہا ہے۔ ہاتھ اٹھائے۔تو اسے پتہ ہو کہ میرا رب قریب ہے۔ میرے ہاتھ خالی واپس نہیں لٹائے گا اور اگر اسے دنیوی امور کے لئے در بدر بھٹکنا پڑے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اللہ کو جانتا تو ہے۔ مانتا نہیں اس لئے۔

ایک دنیوی حکمران چھوٹے سے چھوٹا بھی ہو۔ وہ کسی کا دوست ہو اور اس کو اذنِ عام دے کہ جب چاہو مجھ سے ملو۔ جو ضرورت ہو مجھ سے کرو۔ وہ اس سے کمتر کسی سے بات کرے گا۔ جب ضرورت ہوگی وہ سیدھا اس کے پاس جائے گا۔کسی کو خاطر میں نہیں لائے گا۔کسی کو گھاس نہیں ڈالے گا' وہ کہے گا۔تمہاری ضرورت کیا ہے جبکہ اللہ جس سے کہے کہ مجھ سے ضرور ملو۔ میری بارگاہ میں حاضری دو اور جو جو ضرورتیں ہیں مجھ سے بیان کرو۔ میں تمہاری ضرورتیں پوری کروں گا۔ میں تمہارا رب ہوں۔ پروردگار ہوں بندہ مان لے تو بھلا کسی کے سامنے جھکے گا۔ ہاتھ پھیلائے گا۔ یہی کمال تھا۔ مشائخ کا کہ لوگوں کو اللہ سے اس قدر آشنا کر دیا

ع ۔ ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

کہ بچھڑے ہوئے لوگوں کو پکڑ کر اللہ کے حضور کھڑا کر دیا۔ اور مشائخ کا کمال اتباع نبویؐ ہے۔ کہ بچھڑے ہوئے لوگوں کو اللہ کے حضور

www.naqshbandiaowaisiah.com

کھڑا کر دیں- اور آگے اس کی ضرورتیں ہیں۔ وہ انسان ہے۔ وہ محتاج ہے وہ جانے اس کا پروردگار جانے۔ اور یہی تقویٰ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَن تعبدو اللّٰہ کا انّک ترا حدیث احسان میں ہے کہ اللہ کی عبادت ایسے کرو۔ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو تمہارے روبرو ہے۔ وَاِلَمْ تَکُنْ تراہ فَاِنَّہ یراک اگر یہ اہلیت نہیں تو کم ازکم یہ یقین تو ضرور ہو کہ وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ بھی نہیں تو پھر عبادت کیسے ہوگی۔ اور یہی نسخہ یہاں فرمایا اٰمَنُو ان تتقُو اللّٰہ اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کر لو۔ یَجْعَل لَّکُمْ فُرْقَانْ وہ تمہارے لئے حق و باطل کی تفریق واضح کر دے گا۔ باطل سے بچنے کی توفیق عطا کر دے گا۔ واضح تفریق کر دے گا۔ حق و باطل کی، تمہیں حق پر چلنے کی توفیق ارزاں کر دے گا۔ اور باطل سے تمہارا تحفظ کرے گا۔ وَیُکَفِّر عَنکُم سَیِّاتِکُمْ انسانی کمزوریاں، انسانی کوتاہیاں بشری تقاضوں سے اگر تم سے کوئی غلطی ہوگی۔ تو وہ تمہارے گناہ معاف کرے گا۔ لیکن تم اس کے بندے تو بن جاؤ۔ پھر تم میں انسانی کمزوریاں آئیں۔ کبھی بھول کر غلطی کر سکتے ہو۔ کبھی عملاً کر سکتے ہو۔ پھر جو گناہ ہوں۔ وَیُکَفِّر عَنکُمْ سَیِّاتِکُمْ تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے گا۔ وَیَغفِرلَکُم اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ دو نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ بندہ مومن کو، قرب الٰہی کی وجہ سے بھول چوک ہوگئی۔ اللہ معاف کر دیتا ہے۔ اور گناہ سے حفاظت فرماتا ہے۔ تحفظ کی قوت عطا کر دیتا ہے اور اسے گناہ سے محفوظ کر لیتا ہے۔

واللّٰہ ذُوالفضل العظیم ۔ اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ یعنی تم نہیں سمجھ سکتے کہ اس کے کرم کی وسعتیں کیا ہیں۔ اس کی عطا کی وسعتیں کیا ہیں۔ اور جب وہ دیتا ہے۔ تو کتنا دیتا ہے اور کس انداز سے دیتا ہے۔ یاد رکھو۔ اللہ کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں- ان میں سب سے بڑی رکاوٹ لوگوں کی باتیں ہیں۔ موسیٰ علیہ الصلوۃ

یہ تعلیمات آقائے نامدار ﷺ ہیں لیکن یہ سب جانتے ہوئے ہماری زندگی میں کوئی مثبت تبدیلی کیوں نہیں آتی۔ ہم گناہ چھوڑ کر نیکی کیوں نہیں کرتے۔

والسلام کے واقعات میں ملتا ہے کہ نبی اسرائیل باوجود بے شمار معجزات دیکھنے کے، سمندر پھٹ گیا۔ ان کیلئے راستہ بن گیا آسمانوں سے ان کیلئے من وسلویٰ اترا۔ بے شمار معجزات دیکھنے کے باوجود پھر آپ کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ اور آپ کو بہت تکلیف ہوتی تھی تو آپ نے دعا کی بار الٰہی! یہ بنی اسرائیل کی زبانوں سے مجھے محفوظ رکھ اس کا کوئی اہتمام فرمادے۔ یہ مجھ پر بہتان تراشیاں کرتے ہیں- تو ارشاد ہوا کہ موسیٰ میں نے لوگوں کی زبانیں اپنی ذات سے بند نہیں کیں۔ میرے خلاف باتیں کرتے ہیں- آپ سے کیسے بند کر دوں۔ میں جو رب العالمین۔ میں جوان کا خالق ہوں۔ میں جو انہیں پال رہا ہوں۔ میں جوان کا رازق ہوں۔ میری شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ میں نے وہ قیامت پہ اٹھا رکھی ہیں۔ کہ آئیں گے تو حساب کروں گا۔ کہ میں تم پر کیا کیا احسان کرتا رہا۔ اور تم میری بارگاہ میں کیا کیا گستاخیاں کرتے ہو۔ میرے حکم نہیں مانتے۔ مجھ پر ایمان ہی نہیں لاتے کہتے ہیں کہ اللہ ہے ہی نہیں۔ ان لوگوں پر میں نے کوئی سختی نہیں کی بلکہ یوم حساب مقرر کیا ہے۔ جو آپ کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ ان کی زبانیں میں کیسے بند کر دوں۔ علمائے حق فرماتے ہیں کہ قرب الٰہی میں مصیبتیں ہیں۔ بیماریاں ہیں، تکلیفیں ہیں، شیطان دشمن ہے۔ شیطان کے سارے چیلے دشمن ہو جاتے ہیں- جان کا خطرہ ہے۔ جسمانی ایذا ہے لیکن سب سے مشکل منزل وہ ہے جب لوگ باتیں خلاف کرتے ہیں۔ اور تہمتیں لگاتے ہیں- الزام لگاتے ہیں۔ حضرت شاہ اشرف علی تھانویؒ نے نکاح کر لیا۔ وہ آپ کا نکاح ثانی تھا۔ ضرورت تھی۔ اہلیہ بوڑھی ہو گئیں تھیں۔ خدمت کی ضرورت تھی۔ اور ساتھ جو مریدین اور جو ہر وقت بارگاہ میں رہتے تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا۔ پھر کسی نے اپنی بیٹی پیش کر دی۔ کہ حضور یہ شرف مجھے اور میری بیٹی کو عزت بخشیں۔ آپ نے نکاح کر لیا۔ اب ان کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے والا بھی ایک جہان ہوتا تھا۔ عیار لوگوں نے شور کر دیا کہ دیکھ مریدنی تو پیر کی بیٹی ہوتی ہے۔ اور اس کی عمر تو ساٹھ سال کو پہنچنے والی ہے۔ اور وہ نوجوان لڑکی سے مریدنی (پیر کی بیٹی) سے شادی کر لی۔ اتنا شور ہوا۔ اتنا شور ہوا

www.naqshbandiaowaisiah.com

اور اتنی باتیں آپ تک پہنچیں مولویوں نے جلسوں میں کہا آپ تک اتنی باتیں کہ آپ نے فیصلہ کرلیا کہ میں طلاق دیتا ہوں۔ چونکہ عالم تھے۔متقی تھے تو جاہلوں کی طرح تینوں طلاقیں اسی طرح تو نہیں دینی تھی۔ ایک طلاق دے دی۔ اور اب پھر مریدین نے عرض کی یا حضرت آپ یہ کیا کر رہے آپ کو یہ زیب نہیں دیتا۔ آپ طلاق دے دیں گے یہ بچی بدنام ہو جائے گی۔کوئی اس سے شادی نہیں کرے گا۔کوئی اس پر الزام لگائے گا کہ حضرت نے کیوں طلاق دی۔ اس میں کیا قصور تھا۔ پھر اس کی زندگی برباد۔ بہتان آپ پر لوگ لگا رہے ہیں سزا آپ اس کو دے رہیں ہیں۔ آپ نے توبہ کی کہ یہ تو بڑا ظلم ہے۔ میں غلطی کر رہا تھا۔توبہ کی اور رجوع کر لیا۔ اب جو رہی سہی کسر تھی پراپیگنڈے کی وہ نکل گئی۔ لو جی دیکھو کل طلاق دے دی آج پھر حلال کرلی۔ انہوں نے گھر کا دین بنالیا۔ تو جب زیادہ شور ہوا تو فرمانے لگے۔ کہ مجھے اب سمجھ آئی ہے۔ کہ قرب الٰہی کی راہ میں، اللہ کے قرب کی راہ میں بدنامی کی گھاٹی بھی ہے اور یہ بہت مشکل ہے اس نے مجھے تو چکرا کے رکھ دیا تھا۔ یہ بدنامی تو ہونی تھی۔ کسی اور انداز سے ہو جاتی۔ اس انداز سے ہوگئی۔

بدنامیوں کی گھاٹی، بیماریوں کے حملے۔ تیرے گھر کے راستے میں کتنی رکاوٹیں لیکن اللہ کے وہ بندے جنہیں جمال الٰہی سامنے نظر آ رہا ہوتا ہے۔ وہ بھلا کب پروا کرتے ہیں۔ ان چیزوں کی۔ لیکن یہ باتیں وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جن کے دل دردآشنا ہوں۔ جن کے سینے میں دل کی جگہ پتھر رکھا ہو۔ انہیں اس درد کا احساس نہیں ہوتا۔ بھلا خوب کہا تھا کسی نے۔

میں نے یہ مانا کہ میری زندگی ناکام ہے
آج وابستہ لیکن تجھ سے میرا نام ہے

وہ اس پہ بھی خوش رہتے ہیں۔ کہ جب تیرا نام آتا ہے۔ تو کوئی بات تو ہماری بھی کرتا ہے کہ یہ بھی اللہ کے طالب تھے۔ خواہ وہ یہ کہے کہ انہوں نے ڈھونگ بنایا ہوا ہے۔ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ مکار ہیں۔ لیکن تیرے نام کے ساتھ میرے نام کی نسبت تو جوڑتے ہیں۔ جب تیرے وصال کی، تیری عظمت کی بات ہوئی ہے۔ تو مجھے جھوٹا کہیں، مجھ پر بہتان لگائیں۔ لیکن میرا نام تو تیری بارگاہ میں لیتے ہیں۔ کہ یہ بھی مدعی اس وقت کا ہے۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ یہ بھی ایک بہت بڑی عظمت ہے اور پھر جنہیں جمال الٰہی نصیب ہو۔ جنہیں بارگاہ محمد رسول اللہ ﷺ کی حضوری نصیب ہو۔

ترجمہ۔ جس جگہ میں نے رات بسر کی۔ اس محفل کی شمع آقائے نامدار ﷺ تھے۔ اب بھلا جنہیں بارگاہ نبوی ﷺ کا حضور نصیب ہو۔ جنہیں جمال الٰہی نصیب ہو۔ ان پر کوئی طعنے کرے۔ انہیں بدنام کرے ان پر الزام لگائے تو کیا وہ باز آ جائیں گے۔ انہیں روک لے گا۔ لیکن یہ اس راستے کی شرط ہے۔ اس راستے میں آتی ہیں۔ مگر مسافر کو راستے کی کٹھنائیوں سے، یا خاردار جھاڑیوں سے مطلب نہیں ہوتا۔ وہ اپنا دامن بچاتا ہوا پھٹ جائے۔ تو دامن پھاڑتا ہوا، کٹ جائے تو گلہ کٹاتا ہوا، محبوب کی بارگاہ پہ نظر رکھتا ہے کہ میری منزل وہاں ہے۔ اور بعض لوگوں کی بدنصیبی ہوتی ہے۔ اللہ کریم کی ناراضگی کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ (ترجمہ) جب کسی سے بہت ناراض ہو جاتا ہے۔ تو اسے اپنے بندوں پر طعن کرنے پہ لگا دیتا ہے۔ لیکن وہ ایسا قادر ہے کہ اہل مکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بہتان لگاتے اور آنے والے کو بھاگ کر بتاتے تھے۔ کہ ان کی بات نہ سننا۔ وہ ایسے ہیں ویسے ہیں آنے والا ضرور سننے آتا تھا۔ اور اسلام کو پھیلانے کا سبب بن جاتا تھا۔ وہ ایسا قادر ہے کہ بداندیش اور بدگو لوگوں کی برائیوں سے، لوگوں کو متوجہ کر دیتا ہے۔ وہ حقیقت سے آشنا ہو کر وہاں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اس کا اپنا ایک نظام ہے۔ کارگہ حیات میں اس کا حکم جاری وساری ہے۔ اور اسی کی قدرت کامل ہے۔ کوئی کسی کا نہ کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ سنوار سکتا ہے۔ سوائے اس کی ذات کے۔ لہٰذا اسلام یہ ہے کہ خود کو اللہ کے روبرو سمجھو۔ اور یہ سمجھنے اور یہ ماننے کیلئے برکات نبوت چاہئیں۔ ذاکر قلب چاہئے۔ ذاکر وجود چاہئے۔ یاد الٰہی کا وجود میں رچ بس جانا ہی قرب الٰہی کی اس گتھی کو سلجھا سکتا ہے اور اس کی لذتوں سے آشنا کر سکتا ہے۔ میری تو دعا ہے کہ اللہ ہر بندے کو درد دل عطا کرے۔ ہر بندہ مومن کو برکات نبوی نصیب کرنے دینے والا وہ خود ہے۔ نصیب لوگوں کے اپنے اپنے ہیں۔ آمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

میدانِ عمل

مومن پر یہ فرض ہے کہ اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈالے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا ہے اور جتنی اللہ نے اسے قوت دی ہے۔ وہ بات کر سکتا ہے تو زبان سے کرے۔ اقتدار و اختیار ہے تو قوت و طاقت سے جہاد کرے۔ لیکن اللہ کے وہ اصول اور قوانین جو اللہ نے مخلوق کیلئے بنائے ہیں وہ مخلوق پر نافذ کیے جائیں۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 27/12/02

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ۝

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ او کما رسول ﷺ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ ذَانَتْ بِهِ العصروا

رب العالمین نے جتنے بھی انبیاء ورسل مبعوث فرمائے تمام نبیوں اور تمام رسولوں کا فریضہ منصبی یہ تھا۔ کہ لوگوں کو دعوت الی اللہ اور دین سکھائیں۔ ان کو دنیوی علوم سکھائیں۔ ان کو تہذیب و معاشرت سکھائیں۔ ان کو اخلاق سکھائیں۔ اور ان کو زندگی گزارنے کیلئے ہر وہ بات سکھائی جائے جو انسانی زندگی کیلئے ضروری ہے۔

آقائے نامدار ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپ ساری انسانیت کیلئے اور سارے زمانوں کیلئے مبعوث ہوئے اور بعثت آقائے نامدار ﷺ سے لیکر قیامت تک ہر انسان پہ فرض ہے۔ کہ دین کے معاملے میں وہ عقیدہ اختیار کرے۔ جو محمد رسول اللہ ﷺ نے سمجھایا ہے۔ اس کا مکلف صرف مسلمان نہیں ہے۔ نسل انسانی اس کی مکلف ہے اور جو بھی انکار کرتا ہے۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَلْکفر ملتہ الواحدہ کفر ایک ہی قوم ہے۔ وہ کسی نام سے کافر ہو جائے۔ کسی رنگ کا ہو، کسی نسل کا ہو، وہ کسی قوم کا ہو، کسی ملک کا ہو۔ اس کے کفر کا کوئی اور انداز ہو۔ کوئی بتوں کو پوجتا ہے کوئی جانوروں کو پوجتا ہے کوئی کسی نبی کو اللہ کا بیٹا مانتا ہے اس کی پوجا کرتا ہے۔ کسی بھی انداز میں کفر ہو۔ دنیا میں دو ہی قومیں ہیں ایک مومن اور ایک کافر مومن کسی رنگ، قد، کاٹھ کا، امیر ہو غریب ہو، گورا ہو کالا ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں مومن سب مومن ہیں اور کافر سب کافر۔

کافر نے جب عظمت الٰہی اور حقائق کا انکار کیا تو مومن پر یہ فرض کیا گیا کہ علوم نبوت کو نہ صرف سیکھے بلکہ انسانیت تک پہنچائے۔ جن کے دو شعبے ہیں۔ علم الادیان اور علم الابدان، علم الادیان کیا ہے؟ عقائد و نظریات کا علم اور علم الابدان کیا ہے؟ معاشرے کے امور کا علم۔ اس کا ایک حصہ انسانی بدن کی صحت بھی ہے۔ لیکن علم الابدان محض طب یا میڈیکل سائنسز نہیں بلکہ فزیکل سائنسز یعنی انسانی وجود کی ضرورتیں۔ اسے بھوک لگتی ہے۔ وہ کیسے روزی کمائے؟ اس کے حقوق ہیں کوئی اس پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اس کا کیا ہوگا؟ یعنی عدلیہ، وسائل رزق، آپس کے معاملات، اخلاقیات، آمیس سیاسیات، تمام امور دنیا جن میں آدمی زندگی گزارتا ہے۔ یہ آدھا دین ہے عقائد و نظریات کو جاننا آدھا دین ہے عبادات آدھا دین ہے۔ اللہ سے تعلق آدھا دین ہے۔ اللہ کی مخلوق سے تعلق۔ اور مومن پر یہ فرض ہے کہ اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈالے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا ہے۔ اور جتنی اللہ نے اسے قوت دی ہے وہ بات کر سکتا ہے تو زبان سے کرے۔ اقتدار و اختیار ہے تو قوت و طاقت سے جہاد کرے۔ لیکن اللہ کے وہ اصول اور قوانین جو اللہ نے مخلوق کیلئے بنائے ہیں وہ مخلوق پر نافذ کیے جائیں۔ ہمارے زمانے میں آکر نیکی کا تصور بدل گیا ہے اور ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ امور دنیا سے الگ ہو جانا، کاروبار حیات کو چھوڑ دینا گوشہ نشین ہو جانا یہ بہت بڑی نیکی

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے۔ اگر یہ بہت بڑی نیکی ہوتی۔ تو اللہ کے نبی گوشہ نشین ہوتے، کوئی نبی گوشہ نشین نہیں ہوا۔ بلکہ ہر نبی اور ہر رسول نے، مقابلہ فرمایا انبیاء شہید ہوئے۔ قتل کئے گئے۔ گوشہ نشین نہیں ہوئے۔ اور یہ بھی یاد رکھیں یہ بڑی عجیب بات ہے کہ نبی شہید ہوتے رہے۔ کوئی رسول شہید نہیں ہوسکا۔ کسی رسول پر کافر قوتوں کو غلبہ نصیب نہیں ہوا۔ جتنے رسولوں کا ذکر ملتا ہے۔ قرآن کریم میں اور جو صاحب کتاب رسول تھے۔ جن پر صحائف اترے یا جنہیں رسول کہا گیا ہے۔ ہر رسول کے ساتھ جب کوئی کفر کا ٹکراؤ آیا تو کفر تباہ ہوا۔ رسول کو شہید نہیں کر سکا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا واقعہ دیکھ لیجئے۔ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ دیکھ لیجئے۔ چونکہ اللہ کریم نے ایک فیصلہ ازل سے طے کر دیا جو قرآن حکیم میں موجود ہے۔ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی۔ میں اور میرے رسول غالب رہیں گے' مغلوب نہیں ہوں گے۔ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ ہوتے تھے۔ جو کسی رسول کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی کرتے تھے اور اسی کو آگے چلاتے تھے۔ لیکن جو پھر صاحب شریعت ہوئے تھے وہ رسل کہلاتے تھے۔ کوئی صاحب شریعت رسول جو ہے اسے کافر شہید نہیں کر سکے۔ بلکہ وہ ہمیشہ فاتح ہوا۔ کفر پر غالب ہوا اور اللہ کے دین کا نفاذ ہوا۔ اقوام میں، ممالک میں، ہر نبی اور ہر رسول کسی قوم، کسی ملک میں مبعوث ہوا لیکن آپ ﷺ مبعوث ہوئے۔ تو آپ ساری انسانیت کیلئے مبعوث ہوئے۔ لہٰذا تئیس برس حیات مبارکہ کے رسالت کے سال ہیں۔ تئیس برس میں اعلان نبوت سے وصال تک قرآن حکیم نازل ہوتا رہا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تئیس برسوں میں جزیرہ نمائے عرب پر اسلام نافذ کر دیا۔ دس برس کی مدنی زندگی میں کم وبیش چوراسی کے قریب غزوات وسرایہ ملتے ہیں۔ دس برسوں میں۔ غزوہ اس جہاد کو کہا گیا۔ جس میں حضور ﷺ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں

نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ اور سریہ اس جہاد کو کہا گیا۔ جس میں کسی کو اپنی طرف سے امیر بنا کے بھیجا۔ تو کم وبیش چوراسی جنگیں ہوئیں۔ جہاد ہوئے غزوات وسرایہ ہوئے۔ یہ سارے اس لئے نہیں تھے کہ اللہ کی مخلوق کو مارا جائے۔ بلکہ اس لئے تھے کہ ظلم کو مٹا کر اس کی جگہ اللہ کا دین نافذ کیا جائے اور حیات اقدس میں جزیرہ نمائے عرب پر ریاست اسلامی قائم ہو چکی تھی۔ اور عجیب بات ہے کہ آپ ﷺ مبعوث تو ساری انسانیت کی طرف ہوئے لیکن جزیرہ نمائے عرب سے باہر آپ ﷺ کی دعوت آپ کے خطوط کے ذریعے دنیا کے حکمرانوں تک پہنچی' اقوام عالم تک پہنچی۔ آپ کہیں جزیرہ نمائے عرب سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔ آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جو قوم آپ ﷺ نے تیار کی تھی۔ صحابہ اکرام کی کرامت یہ ہے کہ وصال سے نبوی ﷺ سے اگر آپ تئیس برس کا عرصہ دیکھیں تو ان تئیس برسوں میں افریقہ سے لیکر چین تک، اور مشرق سے لیکر مغرب ہسپانیہ تک اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔ تاریخ انسانی میں پہلی دفعہ اتنی بڑی حکومت وجود میں آئی۔ جس کی سرحدیں براعظم افریقہ میں بھی تھیں۔ براعظم ایشیاء میں بھی تھیں۔ یورپ بھی اس کے زیر نگیں تھا۔ اور ہسپانیہ تک وہ چلی گئی تھی۔ یعنی دنیا کے سارے براعظموں کا حصہ اس میں شامل تھا اور اتنی بڑی سلطنت کی آواز بادشاہ کے محل سے لیکر فقیر کے جھونپڑے تک ہر جگہ پہنچ چکی تھی۔ آخر تئیس برسوں میں دعوت رسالت، صحابہ اکرام نے ہر فرد تک پہنچا دی تھی اور صرف پہنچایا نہیں عملاً اسلام کو نافذ کر دیا روئے زمین پر معلوم دنیا کے تین حصے مسلمانوں کے زیر نگیں تھے۔ اور یہ کرامت صحابہ اکرام کی آج بھی زندہ ہے۔ کہ جہاں جہاں صحابہ اکرام پہنچے۔ اس زمانے سے لیکر آج تک وہاں اسلامی ریاستیں قائم ہیں۔ عجیب بات ہے۔ کہ اس زمین پر کفر غالب نہیں آ سکا۔ مسلمان گنہگار ہوگئے۔ بدکار ہوگئے۔ بے دین ہوگئے۔ ظالم ہو گئے، لیکن اللہ نے ان سے وہ زمین نہیں چھینی جہاں صحابہ اکرام کے قدم لگے تھے۔ یہ آج جو چھپن ستاون اسلامی ریاستیں بنی ہوئی ہیں یہ سارے وہ حصے ہیں جو صحابہ اکرام نے فتح کئے تھے۔ آج ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کثرت عبادت دین

ہے۔گوشہ نشینی دین ہے۔تبلیغ دین ہے۔بس اس کے بعد ہم فارغ۔ باقی جو ہوتا ہے ہوتا رہے۔ عبادت بھی دین ہے۔تبلیغ بھی دین ہے۔ذکر اذکار بھی دین ہیں۔لیکن حقیقت دین میدان کار زار میں ہے کہ جہاں ظلم ہو رہا ہے اسے روکا جائے۔اوراس کی جگہ عدل قائم کیا جائے۔

حضورﷺ نے فرمایا الجنتہ تحت ظلال السیوف آپﷺ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ جنت مسجد کے محراب میں ہے۔یہ کیوں نہیں فرمایا کہ جنت گوشہ نشینی میں ہے۔فرمایا تحت ظلال السیوف تلواروں کے سائے میں ہے دین آج بھی یہ ہے ہمارے پاس اللہ نے ہمیں ملک دیا۔ہم نے اسلام کے نام پر لیا اور عجیب بات ہے کہ نوے فیصد لوگ دیندار ہیں۔نیک ہیں۔شریف ہیں۔آٹھ فیصد اندازاً ایسے ہیں جو عملی زندگی میں دین سے تعلق نہیں رکھتے۔اور دو فیصد وہ ہیں جو گزشتہ پچپن سال سے ہمیشہ حکومت کرتے آرہے ہیں۔یہ دو فیصد جو حکمران ہیں آٹھ فیصد ان کے معاون ہیں۔یہ دس فیصد الگ ہو گئے۔باقی نوے فیصد وہ ہیں جو عبادت کرتے ہیں' محنت، مزدوری کرتے ہیں۔حلال کھاتے ہیں نماز روزہ کرتے ہیں۔لیکن اتنی زحمت بھی گوارہ نہیں کرتے کہ الیکشن ہو رہا ہے تو ووٹ تو دیں۔اب اس دفعہ بھی ووٹوں کا جو تناسب تھا۔وہ دس فیصد سے کم تھا۔بے شک حکومت بڑھا چڑھا کر بتاتی رہے۔یعنی نوے لوگ ووٹ دینے نہیں گئے۔یہ کیوں نہیں گئے۔کہتے ہیں جی نظام ہی بدمعاش ہے۔ سارے چور اوپر آجاتے ہیں۔بدکار لوگ ہیں،تو ووٹ دینے کا کیا فائدہ سارے بدمعاش اس لئے آجاتے ہیں کہ سارے نیکوں نے میدان ہی چھوڑ دیا ہے۔جب آپ نے بدکاروں کے لئے میدان ہی خالی کر دیا۔تو پھر بدکار ہی آئیں گے۔نیک کہاں سے آئیں گے۔پھر اگر یہ ووٹ دینا' اور الیکشن آپ سمجھتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے۔تو پھر گھر بیٹھنا اور گوشہ نشینی میں کیا مصلحت

ہے۔تو پھر اس کے خلاف صف آرا ہوں کہ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔تو پھر صحیح کیا ہے؟ وہ سامنے لائیں اور بتائیں کہ یہ صحیح ہے۔

تو ہماری اس عہد کی غلط فہمی یہ ہے کہ ہم نے بے عملی کو پارسائی سمجھ لیا اور کچھ قصہ گو حضرات نے یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آپ اللہ کے نیک بندوں کے حالات پڑھیں۔صوفیا کے حالات پڑھیں۔تو لکھنے والے اور تبصرہ کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو تصوف سے واقف ہی نہیں۔یعنی اس میدان کے لوگ ہی نہیں ہیں۔اس علم کے لوگ ہی نہیں ہیں۔اسے سمجھتے ہی نہیں ہیں۔تو جن امور کو انہوں نے کرامت سمجھا اسے انہوں نے غیر ضروری سمجھا۔اہل اللہ کے نزدیک کرامت کیا تھی۔کرامت یہ تھی کسی بھی ولی کی کرامت یہ ہے کہ کتنے لوگوں کو اس نے برائی چھڑا کر نیکی پر لگا دیا۔کتنے لوگوں کو اس نے ظلم سے ہٹا کر عدل سکھا دیا۔کتنے مظلوموں کی جان اس نے ظالموں سے چھڑا دی۔اسے تو انہوں نے غیر ضروری سمجھا۔اور جو امور محض ماقوق العادت یا فرق العادت میں جانب اور ظہور پذیر ہو جاتے تھے۔اب بعض چیزیں اللہ قبول بھی کر لیتا ہے۔اتفاقاً بھی ہو جاتا ہے۔اگلے دن کراچی تھے۔تو دوستوں نے کہا کہ جی یہاں باہر کے کھانے کا انتظام کیا جائے۔میں نے کہا باہر کی بجائے اندر ہال میں کرو۔بارش ہو گئی تو کیا کرو گے۔تو انہوں نے کہا کہ یہاں تو برسوں نہیں ہوتی۔صبح اٹھے تو بادل تھے۔کہنے لگے کہ موسم تو بن گیا بارش کا تو میں نے کہا اللہ کرے ہو بھی جائے۔تو دس منٹ میں بارش شروع ہو گئی۔اب کون جانے، کہ یہ رب العالمین کا اپنا ایک انتظام ہے اس کا اپنا ایک کام تھا۔اب کوئی میرے کہنے سے نہیں ہوئی۔میں نہ کہتا تو بھی ہو جاتی۔ایک اتفاق ہے۔کہ میں نے کہہ دیا کہ اللہ کرے بارش ہو جائے۔اور بارش ہوگئی۔اب اسے کرامت لکھیں گے۔اسے کرامت سمجھیں گے۔جو محض ایک اتفاق ہے۔کوئی بھی کہہ دیتا ہے کہ اللہ کرے بارش ہو جائے تو بارش تو ہونے والی تھی۔ہو جاتی۔اس میں کونسی کرامت ہے۔اسی طرح کے جتنے امور تھے۔وہ آپ کو کرامات کی فہرست میں ملیں گے۔فلاں

بزرگ نے کہا کہ اس کے دو بیٹے ہوں گے۔ اس کے دو بیٹے ہو گئے۔ دو بیٹے اس کے مقدر میں ہوں گے اتفاق ہے انہوں نے فرما دیا' ہو گئے۔ ورنہ ایک تنکا بغیر طے شدہ پروگرام کے بنتا نہیں اور ایک تنکا زمین سے منتا نہیں' مخلوق پیدا کرنے سے پہلے اس نے یہ سارے فیصلے کر لئے۔ اس میں کوئی کسی کی مداخلت نہیں اور ولی کی کرامت یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ سے باتیں منواتا نہیں بلکہ ولایت یہ ہے کہ وہ اپنی بات چھوڑ کر اللہ کی بات مانتا ہے۔ باتیں اللہ سے منوانا کرامت نہیں۔ کرامت یہ ہے کہ اللہ کے احکام کا ماننا کس حد تک ہے۔ کہ اس طرح سے جو غیر صوفیوں نے یہ تعریف لکھی۔ جو ان کے نزدیک کرامتیں تھیں وہ کرامتیں ہو گئیں۔ اور جو ان کی کرامات تھیں۔ وہ کسی نے لکھی نہیں۔ ورنہ ہر اللہ کے بندے نے اپنی پوری زندگی اس بات پر صرف کر دی کہ زمین پر لوگ دین سیکھیں بھی اور عملاً دین کا نفاذ بھی کریں۔ سلاطین عالم سے ٹکرئیں لیں۔ شہنشاہوں کی بارگاہوں میں کھڑے ہو گئے۔ ہندوستان میں ہی دیکھ لو۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ کون تھا۔ سوائے اللہ کے۔ اور جہانگیر کتنا بڑا حکمران تھا۔ معین الدین اجمیریؒ اکیلے اجمیر تشریف لے گئے تھے جب کہ ساری ریاست غیر اسلامی تھی۔ ہندوؤں کی تھی اور غالباً بیس سال یا پچیس سال وہاں رہے۔ اور آپ کا وصال ہوا اور عجیب بات یہ ہے کہ آپ کا وصال ایک سو بیس سال کی عمر میں ہوا۔ اس کا مطلب ہے کہ جب تشریف لے گئے۔ تو عمر نوے پچانوے کے قریب تھی۔ نوے پچانوے سال کے بندے نے بیس سال میں اتنا کام کیا کہ سوا لاکھ کے قریب وہ نومسلم آپ کے جنازے میں تھے۔ جو آپ کی وجہ سے وہاں مسلمان ہوئے تھے۔ یہ کرامت تھی۔ ایک انبوہ کثیر کو جہنم سے چھڑا کر اللہ کی بارگاہ میں کھڑا کر دیا۔ لیکن ان کی کرامات میں آپ کو یہ بات نہیں ملے گی عجیب

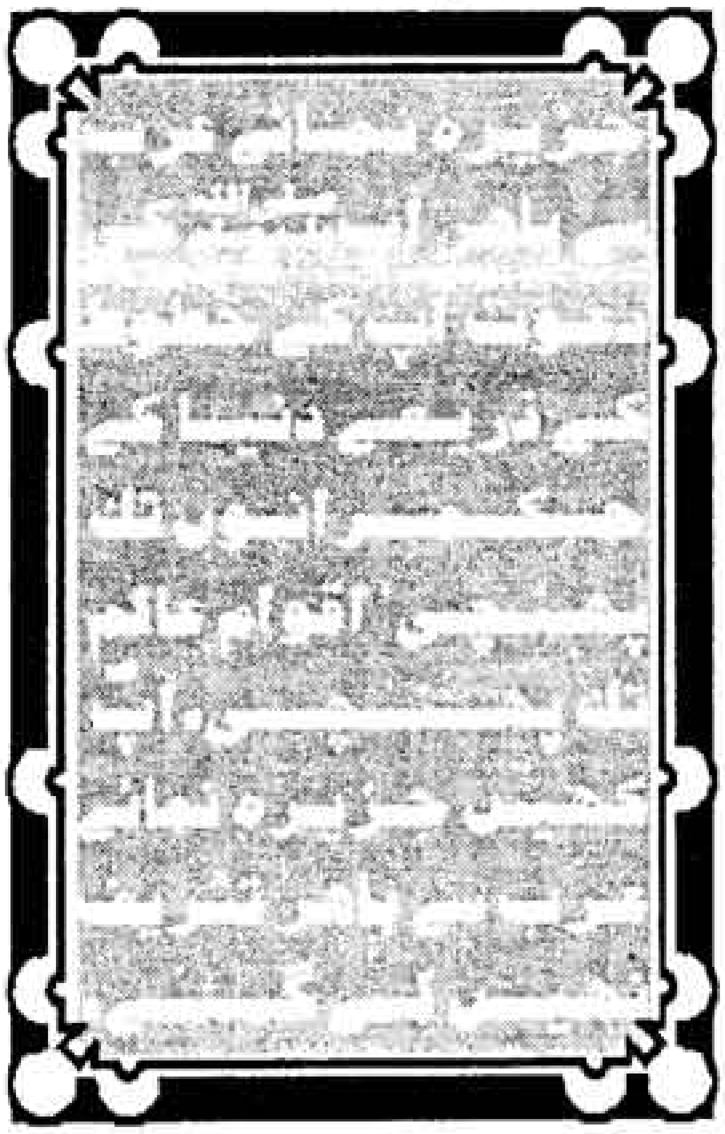

وغریب باتیں ملیں گی۔ محیر العقول باتیں ملیں گی۔ اس چیز نے بھی ہمیں عملی زندگی سے دور کر دیا اور سمجھا دیا گیا کہ نیکی یہ ہے کہ عملی زندگی سے دور ہو جاؤ۔

میرے بھائی! نیکی کیا ہے؟ ہر وہ کام نیکی ہے۔ جو آقائے نامدار ﷺ نے کیا۔ اور کرنے کا حکم دیا آپ کیا عملی زندگی سے دور ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے کیا ریاستِ اسلامی کی بنیاد نہیں رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے کیا عدالتیں اور سیاسی نظام قائم نہیں فرمائے تھے۔ پھر تمام نبیوں کے بعد ساری مخلوق میں افضل ترین بندہ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۃ الرسول اور جب ابوبکر صدیقؓ کا وصال ہوا۔ سر راہ خلافت ہوئے تو کس نے عرض کیا خلیفہ رسولؐ فرمایا خبردار مجھے نہ کہنا۔ کیوں؟ فرمایا یہ مقام ابوبکرؓ کا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ تھا۔ اس کے بعد کس میں یہ استعداد نہیں ہے کہ وہ خلیفۃ الرسول کہلا سکے۔ تو پھر مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ آپ کو کیا کہا جائے۔ تو فرمایا ۔ مجھے امیر المومنین کہا کرو۔ میں مسلمانوں کا امیر ہوں لیکن خلافت اسی کا سزاوار ہے۔ کیا اس بندے نے سیاسی امور چھوڑ دیئے۔ جہاد چھوڑ دیا۔ اسلام کا دفاع چھوڑ دیا۔ اگر نہیں تو پھر نیکی یہی ہے جو اللہ کے حبیب ﷺ نے کی۔ خلفائے راشدین نے کی۔ متقدمین نے کی۔ اور نیکی آدھی نیکی ہے۔ دین سیکھنا، دین پر عمل کرنا۔ اللہ اللہ کرنا، عبادت کرنا' اور آدھی نیکی ہے اللہ کی زمین پر سے برائی مٹا کر وہاں اللہ کا نام، اللہ کے دین اور اللہ کے دین کے عمل کو نافذ کریں۔ یہ فلسفہ اگر ہمارے شرفاء کو سمجھ آ جائے۔ تو کوئی بھی یہاں غیر اسلامی قانون نہیں چلا سکتا۔ اس لئے کہ آج بھی شرفا کی تعداد نوے فیصد ہے۔ دس فیصد چور یہ انگریزی سامراجی قانون، سودی معاشی نظام، یہ ظالمانہ قوانین نہیں چلا سکتے۔ لیکن اللہ کرے اس نوے فیصد کو سمجھ آ جائے۔ اور اللہ انہیں توفیق سمجھ دے دے۔ آمین

☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

محبت کا تقاضا

جسے ہم محبت کہتے ہیں تو وہ ہماری اپنی اغراض سے' اپنی ضرورتوں سے محبت ہوتی ہے۔ جب کوئی کہتا ہے کہ مجھے فلاں سے بڑی محبت ہے تو اس سے اسے کچھ حاصل ہو رہا ہوتا ہے۔ جب وہ حاصل ہونا بند ہو جاتا ہے تو محبت نفرت میں نہیں دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ اولاد سے بڑی محبت ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اکثر و بیشتر ہم اولاد کو بڑھاپے کا سہارا سمجھ کر اپنی غرض سے محبت کرتے ہیں۔ جب بیٹا کما کر دینے سے انکار کر دیتا ہے تو وہی والد وہی والدہ اس کے لئے بددعائیں کیوں کرتے ہیں۔ یہ محبت تو نہ ہوئی۔ پھر جہاں شرط آ جائے جو مشروط ہو جائے وہ محبت نہیں ہوتی لیکن اس کا نام ہم محبت رکھ دیتے ہیں۔ وہ ہوتی اپنی غرض ہے' خود غرضی ہوتی ہے اور دنیا میں جہاں جہاں محبت کا نام آتا ہے وہاں وہاں اگر آپ غور فرمائیں گے تو آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ یہ دراصل ہم نے اپنی ضرورتوں کا نام محبت رکھ چھوڑا ہے۔ جہاں سے وہ ضرورت پوری ہوتی ہے وہاں ہم دعویٰ کرتے ہیں مجھے محبت ہے اگر وہ ضرورت پوری ہونے سے رک جائے تو محبت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر والدین کی محبت اولاد سے ختم ہو جاتی ہے' میاں کی بیوی سے یا بیوی کی میاں سے ختم ہو جاتی ہے' بھائیوں کی بھائیوں سے ختم ہو جاتی ہے تو پھر باقی کس کی رہتی ہے؟۔

خطاب :- امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان' منارہ 25-07-2001

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ" ۝ (الحجر ۴۲)

دنیا میں ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ ہر برائی شیطان کے سر تھوپی جاتی ہے۔ اللہ کی طرف سے چونکہ وہ مردود ہو چکا ہے' بارگاہ ایزدی سے رد کیا جا چکا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ہر برائی میں اس کا عمل دخل بھی ہوتا ہے' اس کا مشورہ بھی ہوتا ہے پھر شیطان صرف جنوں سے نہیں ہے بلکہ کچھ لوگ شیطنت میں آگے بڑھتے بڑھتے اتنے شیطان کے قریب چلے جاتے ہیں کہ وہ خود شیطان ہو جاتے ہیں اسی لئے قرآن حکیم نے شیاطین الجن والانس فرمایا ہے کہ وہ شیطان جو جنوں میں سے ہیں اور وہ شیطان جو انسانوں میں سے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ "جنوں والا شیطان اس شیطان سے کمزور ہے جو انسانوں سے شیطان بن جاتا ہے اس لئے کہ وہ صرف مشورہ دے سکتا ہے بات دل میں' ذہن میں القا کر سکتا ہے لیکن یہ آدمی کے سامنے برائی کرتا ہے اور بعض اوقات اسے پکڑ کر' کھینچ کر' دوستی یاری میں برائی کی طرف لے جاتا ہے لہٰذا یہ اس سے بھی سخت ہے۔"

انسان کی مصیبت صرف شیطان ہی نہیں ہے بلکہ نفس بھی ہے۔ اور نفس چونکہ مادے کی مختلف صورتوں کے اتصال سے بنتا ہے لہٰذا یہ پوری طرح مادیت کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ہر وقت مادی نفع نقصان' اپنا وقار و اقتدار' دنیوی عیش و عشرت' مال و دولت یعنی اس کی جتنی فکر' جتنی سوچ ہوتی ہے وہ مادی ہوتی ہے اور اس کے پیچھے وہ انسان کو بھگاتا رہتا ہے۔ پھر یہ تو ستم ظریفی ہوگی کہ قادر مطلق انسان کے پیچھے شیطان کو بھی لگا دے' اس کے وجود کے اندر ایک نفس بھی پیدا کر دے جو مادی فوائد کی طرف اسے کھینچ رہا ہو اور پھر اسے نیکی کا حکم بھی دے تو کیسے ممکن ہے کہ ایسی نظر نہ آنے والی طاقتیں جو اسے مجبور کر دیتی ہیں انکے ہوتے ہوئے وہ نیکی کرے۔ جس طرح وہ کسی فارسی شاعر نے کہا تھا

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
بازمے گوئید کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

کہ آپ نے مجھے تختے پر باندھ کر سمندر کی بھری ہوئی موجوں میں پھینک دیا میرے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں پھر آپ کہتے ہیں کہ دامن بھی مت بھیگنے دینا اور ہوشیار رہنا۔ کم و بیش یہی تصویر ہر انسان فوری طور پر دیکھتا ہے اور اس کے پاس جو اپنی غلط کاری یا غلط روش کے جواز ہوتے ہیں وہ یہی ہوتے ہیں کہ جی کیا کریں۔ جی کیا کریں نفس ہے' شیطان ہے' ضرورتیں ہیں' دنیا ہے' ماحول ہے میں ان میں کیا کر سکتا ہوں۔ لیکن اللہ کریم نے ایک اعلان

کیا ہے اور وہ قادر مطلق ہے جو کچھ وہ فرما دیتا ہے وہ ہوتا ہے۔

اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ وہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے حکم دے دیتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ ہمارے لئے اگرچہ وہ چیز معدوم ہوتی ہے لیکن علم الٰہی حضوری ہے اور اس میں ہر وقت ہر شے حاضر ہوتی ہے' وہ حکم دیتا ہے وہ ہو جاتی ہے۔ اب وہی حکم دے رہا ہے شیطان کو کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے لیکن اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں اپنے سے کمتر کو سجدہ کیوں کروں خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ مجھے آپ نے آگ سے پیدا فرمایا آگ تو ایک طاقت ہے ستھری ہے اور انسان کو کیچڑ سے اور مٹی سے بنایا تو اس کا اور میرا کیا مقابلہ' میں اسے سجدہ کیوں کروں۔ ارشاد ہوا تم نے میرے ارشاد کی تعمیل کرنی تھی یہ معیار جانچنا تمہارے بس کی بات نہیں تھی کہ کون اعلیٰ ہے کون ادنیٰ ہے۔ یہ میں جانتا ہوں تیری پیدائش صرف آگ سے ہے لیکن اس پتلے میں میری ذاتی تجلیات ہوں گی' اس کا دل میرے نور سے منور ہوگا جس کی تجھے سمجھ نہیں ہے لہٰذا اس جرم میں وہ مردود قرار دیا گیا۔ مردود قرار پانے کے بعد اس نے دعا کی۔

رَبِّ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

خدایا مجھے یوم حشر تک مہلت دے دے اب اگر مقابلہ آ ہی گیا ہے تو مجھے مہلت دے تاکہ میں اسے ایسے راستوں پر لگاؤں کہ جس بندے پہ تو ناز فرما رہا ہے یہی بندہ تیری نافرمانی کرے۔ وہ بے نیاز ہے اس نے شیطان کی دعا بھی قبول کر لی لیکن تھوڑی سی ترمیم فرما دی۔ شیطان نے یوم حشر تک کہا اللہ پاک نے فرمایا تجھے قیام قیامت تک اِلٰی يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ قیامت تک میں تجھے مہلت دیتا ہوں۔ یوم حشر کو تو خود موت کو موت آجائے گی موت ہی ختم ہو جائے گی اس کی دعا میں یہ تھا کہ موت سے بچ جاؤں گا لیکن اللہ کریم نے فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی مرنا تجھے بھی پڑے گا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ موت کے دروازے سے تو تجھے بھی گزرنا ہوگا۔ یوم حشر تک نہیں قیام قیامت تک تجھے مہلت ہے لیکن اس روز جب وہ بڑے دعوے کر رہا تھا میں ان کے آگے سے آؤں گا' دائیں بائیں سے آؤنگا' پیچھے سے آؤنگا' یہ میری بات مانیں گے اور تیری عبادت نہیں کریں گے۔ تیری بات' تیرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات نہیں مانیں گے ایک خوبصورت سا جملہ فرمایا۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا کوئی بس نہیں چلے گا۔ تو جو مرضی کرتا رہے قیامت قائم ہونے تک کرتا رہے تو اپنا زور لگا لے اور جو بندے' بندے ہو کر میرے نہیں ہوں گے ان کی مجھے بھی پرواہ نہیں ہے کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو رہے ہیں' جہنم کے کس خانے میں جا رہے ہیں۔ تو بھی جائے گا وہ بھی جائیں گے لیکن جو میرے ہوں گے۔ اِنَّ عِبَادِیْ جو میرے بندے ہوں گے وہ کسی نے کیا خوب کہا تھا کہ :

مالک سب کا ایک ہے مالک کا کوئی ایک
لاکھوں میں تو کوئی نہیں ہے اربوں میں جا دیکھ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت جب بیان ہوئی تو ارشاد ہوا یہ گواہی دو کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ﷺ ہے عبدہ و رسولہ۔ علامہ ڈاکٹر مرحوم نے فرمایا تھا۔

؎ عبد دیگر عبدہ چیزے دگر

عبد اور شے ہے اور عبدہ ایک بالکل مختلف چیز ہے۔ مخلوق یا بندے تو سارے بندے ہیں لیکن اس کا بندہ ہونا ایک الگ بات ہے۔ اب فرق یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خود اللہ نے یہ عظمت دی اور اللہ نے یہ اعلان فرمایا کہ یہ میرا بندہ ہے اور دوسروں کو برکات نبوی ﷺ حاصل کر کے یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں' یہ بڑا فاصلہ ہے یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس منزل پہ مقیم ہیں جہاں پہنچنا چاہئے۔ اور ساری امت میں سے ہر فرد کو محنت مجاہدہ عبادت اطاعت کر کے اس منزل تک نبی کریم ﷺ کے قدموں تک پہنچنا ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ یعنی ایک چھوٹا سا نسخہ ہے کہ بندہ اللہ کا بندہ بن جائے تو نہ اس پہ نفس کا بلکہ نفس جو ہے جسے اَمّارہ کہتے ہیں

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ نفس برائی کا حکم دیتا ہے لیکن جب بندے کا تعلق اللہ سے بڑھتا ہے تو یہ اَمّارہ سے بدل کر لَوَّامہ ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے اس کا دوسرا درجہ بیان فرمایا۔ لَوَّامہ یہ خود اسے ملامت کرتا ہے برائی سے اس سے گناہ ہو جائے تو نہ صرف اس کے

دل میں درد اٹھتا ہے بلکہ اس کا نفس بھی اسے ملامت کرتا ہے کہ یہ کیا جھک ماری ہے تو نے۔ اور پھر اس سے ترقی پا کر مطمئن ہو جاتا ہے۔ کسی کو اگر اللہ کا بندہ بننے کی توفیق نصیب ہو جائے تو نفس بھی مطمئن ہو جاتا ہے اور جب موت آتی ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ○ تجھے کیا فکر ہے بھائی تیرے لئے موت حیات سے زیادہ خوش تر ہے کہ تو دنیائے دُنی اور اس فانی جہان اس کے مصائب اور اس کے گرم و سرد سے نکل کر اللہ کے جوارِ رحمت میں جا رہا ہے تجھے کیا تو پہلے سے زیادہ مطمئن ہو جا۔

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○ میرے بندوں میں شامل ہو جا جو پہلے یہاں مقیم ہیں۔ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ تیرے لئے تو فکر کی کوئی بات ہی نہیں ہے اب یہ چھوٹی سی بات کہ بندہ نفس کا بندہ بھی نہ بنے بندہ شیطان کا بندہ بھی نہ بنے بندہ صرف اللہ کا بندہ ہے۔ یہ چھوٹی سی بات ہی سارے جہان کے لئے ہمالہ بنی ہوئی ہے یہی چھوٹی سی بات ہے جس نے بڑے بڑوں کو مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے اس لئے کہ اللہ کا بندہ بننے کے لئے......

ایک نام آپ نے سنا۔ ''محبت''

محبت بڑا عام لفظ ہے لیکن محبت دنیا میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ ایک انگریزی کا محاورہ ہے کہ Common sense is a very rare sense...... کہ جسے آپ کامن سینس کہتے ہیں یا عام سوجھ بوجھ کی بات کہتے ہیں وہ دنیا میں بہت کم ہوتی ہے۔ کہنے کو تو ہوتی ہے کہ عام انسانی سوجھ بوجھ کی بات ہے کہ وہ عام بات کو سمجھنے والے بڑے تھوڑے ہوتے ہیں Common sense is a very rare sense...... محبت کا نام لینا تو بڑا آسان ہے کہ ہم کہتے ہیں مجھے ماں باپ سے محبت ہے، بہن بھائی سے محبت ہے، بیوی سے محبت ہے، دوست سے محبت ہے، زمین سے محبت ہے، عہدے سے محبت ہے، یہ محبتیں نہیں ہوتیں، یہ سودا بازی ہوتی ہے۔ جسے ہم محبت کہتے ہیں وہ ہماری اپنی اغراض سے اپنی ضرورتوں سے محبت ہوتی ہے جب کوئی کہتا ہے کہ مجھے فلاں سے بڑی محبت ہے تو اس سے اسے کچھ حاصل ہو رہا ہوتا ہے۔ جب وہ حاصل ہونا بند ہو جاتا ہے تو محبت نفرت میں نہیں دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ اولاد سے بڑی محبت ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اکثر و بیشتر ہم اولاد کو بڑھاپے کا سہارا سمجھ کر اپنی غرض سے محبت کرتے ہیں۔ جب بیٹا کما کر دینے سے انکار کر دیتا ہے تو وہی والد وہی والدہ اس کے لئے بددعائیں کیوں کرتے ہیں۔ یہ محبت تو نہ ہوئی۔ پھر جہاں شرط آ جائے جو مشروط ہو جائے وہ محبت نہیں ہوتی لیکن اس کا نام ہم محبت رکھ دیتے ہیں۔ وہ ہوتی اپنی غرض ہے، خود غرضی ہوتی ہے اور دنیا میں جہاں جہاں محبت کا نام آتا ہے وہاں وہاں اگر آپ غور فرمائیں گے تو آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے گی کہ یہ دراصل ہم نے اپنی ضرورتوں کا نام محبت رکھ چھوڑا ہے۔ جہاں سے وہ ضرورت پوری ہوتی ہے وہاں ہم دعویٰ کرتے ہیں مجھے محبت ہے اگر وہ ضرورت پوری ہونے سے رک جائے تو محبت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر والدین کی محبت اولاد سے ختم ہو جاتی ہے، میاں کی بیوی سے یا بیوی کی میاں سے ختم ہو جاتی ہے، بھائیوں کی بھائیوں سے ختم ہو جاتی ہے تو پھر باقی کس کی رہتی ہے؟۔

ہر نبی معرفت باری کا دروازہ تھا لیکن سارے دروازے بند ہو چکے اور اب ایک دروازہ ہی کھلا ہے جو قیامت تک کھلا رہے گا۔

محبت کا ایک درجہ ہوتا ہے، وہ بدکار ہے تو محبت ہے، وہ امیر ہے تو محبت ہے، وہ غریب ہے تو محبت ہے، وہ خوبصورت ہے تو محبت ہے اس کا چہرہ بگڑ گیا بدصورت ہو گیا تو بھی محبت ہے۔ چونکہ ذات سے ہے نا۔ جس کے بارے لکھا جا سکتا ہے، کہا جا سکتا ہے لیکن جسے تلاش نہیں کیا جا سکتا، دنیا میں ملتی نہیں ہے۔ قصے کہانیوں میں ملتی ہے، روایات و حکایات میں ملتی ہے لیکن اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا، بہت مشکل ہے۔ یہ جو محبت ہوتی ہے کسی ذات سے دراصل یہ خود محبت نہیں ہوتی بلکہ ایک عکس ہوتا ہے اس بندے کے دل کا جس کو اللہ سے یا اللہ کے نبی

www.naqshbandiaowaisiah.com

ﷺ سے محبت ہوتی ہے۔

صرف وہ بندہ جو عشق الٰہی پالیتا ہے وہ کسی فرد سے بھی کسی ذات سے بھی محبت کرتا ہے تو اس کی صفات سے یا اپنی غرض سے نہیں کرتا بلکہ اس فرد سے محبت کرتا ہے۔ وہ نیک ہو بدکار ہو وہ بھلا ہو برا ہو امیر ہو فقیر ہو وہ اس سے پیار کرتا ہے لیکن وہ فی نفسہ بندے سے پیار نہیں ہوتا' پرتو ہوتا ہے' عکس ہوتا ہے اس محبت کا جو اسے اللہ سے نصیب ہو۔ اور اس محبت کے طفیل بے شمار لوگ غضب الٰہی سے بچ جاتے ہیں۔ بے شمار لوگوں کی اصلاح ہو جاتی ہے' بے شمار لوگ صراط مستقیم کو پا لیتے ہیں۔ یہ ساری قوت ہوتی ہے اس محبت کی جو کسی کو اللہ کی نصیب ہوتی ہے اور محبت الٰہی کیسے نصیب ہو' محبت کے لئے تو جاننا شرط ہے۔ ایک چیز کو آپ جانتے ہی نہیں' ایک ہستی کو آپ جانتے ہی نہیں اس سے محبت کیا کریں گے۔ جاننا تو شرط ہے۔ پھر ہم مخلوق ہیں' اللہ خالق ہے' ہماری نظر ہماری سوچ ہماری فکر ہماری عقل سب مخلوق ہے اور مخلوق تو محدود ہوتی ہے۔ وہ خالق ہے اور وہ محدود نہیں ہے وہ حدود سے بالاتر ہے۔ لامحدود کو محدود اپنے اندر نہیں سمو سکتا ہماری عقل وفکر ہمارا سارا علم سارا فلسفہ اُس کو نہیں پا سکتا تو پھر معرفت الٰہی یا اس کی پہچان یا اس سے جان یا اس سے شناسائی کیسے پیدا ہو۔ اس کا ایک ہی دروازہ ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ ہر نبی معرفت باری کا دروازہ تھا لیکن سارے دروازے بند ہو چکے اور اب ایک دروازہ ہی کھلا ہے جو قیامت تک کھلا رہے گا اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔

اگر عشق رسول ﷺ یا نبی پاک ﷺ سے محبت نصیب نہ ہو تو اللہ کی پہچان ہی نہیں ہوتی محبت تو دور کی بات ہے' محبت تو بعد میں آتی ہے جب آپ سمجھ لیتے ہیں پہچان لیتے ہیں تو پھر محبت کرتے ہیں۔

محبت نبوی ﷺ کا یہ عالم ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ طائف میں تشریف لے گئے اور آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے

> **نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت تو اللہ نے دی کہ یہ میرا بندہ ہے۔ غیر نبی کو ثابت کرنا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔**

اور آپ ﷺ کو بہت زیادہ پریشان کیا گیا ایذا دی گئی تکلیف دی گئی حتی کہ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ جسم اطہر ﷺ پر پتھر لگنے سے خون گر گر کر نعلین مبارک میں جم گیا اور جب آپ ﷺ باغ میں ستانے کے لئے رکے تو میں نے نعلین مبارک اتارنے چاہے تو پائے مبارک میں پھنسے ہوئے تھے خون جم جم کر۔ غیرت الٰہی کو جوش آیا اور اللہ جل شانہٗ نے ملک الجبال کو حکم دیا' اس فرشتے کو جو پہاڑوں پر مقرر ہے انہوں نے میرے حبیب ﷺ پر وہ پتھر پھینکے ہیں جو یہ اٹھا سکتے ہیں تو ان پر وہ پہاڑ پھینک دے جو تو اٹھا سکتا ہے لیکن میرے نبی ﷺ سے اجازت لے کر۔ وہ قادر ہے وہ جانتا تھا سب بات۔ فرشتہ حاضر ہوا بارگاہ عالی ﷺ میں۔ آپ ﷺ نے فرشتے کو جواب دینے کی بجائے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا لئے۔ فرمایا اللہ! یہ مجھے اس لئے پتھر مار رہے ہیں کہ **فَاِنَّھُمْ لا یَعْلَمُوْنَ** یہ مجھے جانتے نہیں۔ یہ اپنے ایک پڑوسی کو عبداللہ بن عبدالمطلب کے بیٹے کو' مکے کے ایک قریشی کو پتھر مار رہے ہیں۔ یہ تیرے محبوب ﷺ کو نہیں مار رہے' یہ تیرے محبوب ﷺ کو جانتے کہ یہ تیرا محبوب ہے تو یہ اس کے قدموں میں جان لٹاتے' پتھر نہ مارتے۔

تو گویا محبت نبوی ﷺ بھی معرفت نبوی ﷺ سے مشروط ہے۔ جس نے جانا نہیں پہچانا نہیں' خانہ پری کر دی مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے ہیں' سنا ماں باپ سے ہم بھی پڑھتے رہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت ہے کیا' اس بات کی سمجھ آئے تو تب محبت پیدا ہوتی ہے محمد رسول اللہ ﷺ سے۔ اور یہ سمجھ عقل سے نہیں آتی کتابیں پڑھنے سے نہیں آتی کتابیں پڑھنے سے احکام کا پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے کیا کرنے کا حکم دیا کیا نہ کرنے کا حکم دیا۔ کتابیں پڑھنے سے فضائل اور سیرت طیبہ کی سمجھ آتی ہے لیکن وہ جو بات ہونی چاہئے' وہ کیفیات جنہیں محبت کہتے ہیں وہ سینہ بسینہ دلوں سے دلوں کو نصیب ہوتی ہیں' کتابوں میں نہیں ملتی۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

کتابوں میں الفاظ ملتے ہیں' کیفیات نہیں ہوتیں اور کیفیات کے لئے واضع نے کوئی لفظ وضع ہی نہیں کیا۔

لیکن انسان تادم آخر خطرے میں رہتا ہے اس لئے کہ نبی ﷺ کی ضمانت تو اللہ نے دی کہ یہ میرا بندہ ہے۔ غیر نبی کو ثابت کرنا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔ اور محبت کچھ لینے کا نام نہیں ہے محبت کچھ دینے کا نام ہوتا ہے۔ محبت اپنے مفادات کے لئے' اپنی اغراض کے لئے' کچھ لینے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ محبت کرنے والا ہر لمحہ اس فکر میں ہوتا ہے کہ میں محبوب کے قدموں میں کیا نچھاور کر سکتا ہوں۔ یہ فرق ہے محبت میں اور اغراض میں۔ ہم نے اغراض کا نام محبت رکھ دیا۔ اغراض میں یہ ہوتا ہے کہ مجھے کیا ملتا ہے اور جسے محبت کہا جاتا ہے اس میں یہ ہوتا ہے کہ میں کیا پیش کر سکتا ہوں اپنی طرف سے اور سب سے بڑی قربانی جانوروں کی نہیں ہوتی سب سے بڑی قربانی خواہشات اور آرزوؤں کی ہوتی ہے کہ دنیا میں رہتے بستے ہوئے خواہش پیدا ہوتی ہے یہاں سے دولت مل رہی ہے میں لے لوں پھر سامنے محبت آجاتی ہے کہ یہ اگر لوں گا تو میں نہیں رہوں گی اس آرزو کو وہ کاٹتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنبہ ذبح کیا تھا اپنی دنیا کی ساری آرزوئیں ذبح کر دی تھیں۔ آخری عمر میں وہ چاند سے مکھڑے والا فرزند جو انہیں بڑھاپے میں عطا ہوا فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ جب وہ ان کے ساتھ چلنے کے قابل ہوا تو حکم ہوا اسے قربان کر دو اور اسی سے مشورہ فرماتے ہیں۔

اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ (الصّٰفّٰت ۱۰۲) میں نے تو خواب دیکھا ہے بیٹے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اب نبی کا خواب خواب نہیں وحی الٰہی ہوتا ہے اور بیٹا بھی رسول ثانی تھا اس نے کہا باباجی آپ علیہ السلام نے خواب نہیں دیکھا آپ علیہ السلام کو حکم ہوا ہے یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ اباجی جس بات کا حکم ہوا آپ علیہ السلام وہ کر گزریں اور وہ سمجھ

سب سے بڑی قربانی جانوروں کی نہیں ہوتی سب سے بڑی قربانی خواہشات اور آرزوئوں کی ہوتی ہے

گئے کہ مجھ سے پوچھنے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے شکایت ہوگی کہ مجھے باپ نے ذبح فرمایا۔

سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ مجھے آپ علیہ السلام صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ آخر انسانی خصوصیات انبیاء علیہم السلام میں بھی ہوتی ہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادہ ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو آپ ﷺ کی گود میں ننھا سا بچہ تھا اور اشک مبارک رواں تھے تو کسی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ رو رہے ہیں فرمایا میں نہیں رو رہا یہ شفقت پدری برس رہی ہے۔ تو انسانی خصوصیات انبیاء علیہم السلام میں بھی ہوتی ہیں شفقت پدری ان میں بھی تھی۔

انہوں نے اپنی آنکھوں پہ پٹی باندھ لی اسمٰعیل علیہ السلام کی آنکھوں پہ پٹی باندھ کر لٹا دیا کہ نہ یہ مجھے دیکھ سکے نہ میں اسے دیکھ سکوں کہیں کوئی جذبہ درمیان میں نہ آئے یعنی ذبح کون ہو رہا ہے وہ محبتیں جو دنیوی ہیں' وہ شفقتیں وہ آرزوئیں جو دنیا میں دل چاہتا ہے وہ خواہشات جو دنیا میں دل چاہتا ہے میرا یہ چاند سا بیٹا بڑا ہو' بڑھاپے کا سہارا بنے' نیک ہو یا یہ اچھا ہو' یہ بڑا نامور ہو وہ سب کچھ آرزوئیں ذبح ہو رہی ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھری چلائی' خون کے چشمے ابلے گردن کٹ گئی اور آپ علیہ السلام نے سمجھا اسمٰعیل علیہ السلام ذبح ہو گئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کر کے چلائی اور جب آنکھ کھولی تو دیکھا وہ تو کھڑے مسکرا رہے ہیں دنبہ ذبح ہو گیا تو پریشان ہو گئے یہ کیا ہو گیا میں نے تو اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کیا تھا تو وحی الٰہی سے ارشاد ہوا کہ

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب کو سچ کر دکھایا اب اسے بچانا اور اس کی جگہ دنبہ بھیجنا یہ میرا کام ہے آپ علیہ السلام اس میں نہ پڑیں آپ علیہ السلام نے ذبح کر دیا اور میں نے آپ علیہ السلام کی قربانی قبول کر لی۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

تو محبت کیا ہے؟ محبت یہ ہے، کہ ہم اپنی آرزوئیں اپنی خواہشات اپنی تمنائیں اس کی بارگاہ میں اور نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ذبح کریں۔ اور یہ آسان نہیں ہے، جب تک دل کو چوٹ نہ لگے جب تک دل میں برکات نبوی ﷺ نہ آئیں اللہ سب کی محنت قبول فرمائے لیکن ہم جتنا مجاہدہ کرتے ہیں جتنی محنت کرتے ہیں جتنا ذکر کرتے ہیں اس سب کا فائدہ صرف ایک صورت میں ہے کہ اگر ہماری طلب محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ ہو۔ اگر اس کے علاوہ بھی ہوگی اللہ کرے پوری ہو جائے ہو بھی جاتی ہیں لیکن محبت نصیب نہیں ہوتی۔ دنیا کا ایک نظام ہے، ایک ٹائم ٹیبل ہے، ایک سسٹم ہے، آج انسان نے کمپیوٹر بنایا قدرت کا کمپیوٹر بڑا وسیع ہے اور ہر چیز آپ اس طرح سمجھ لیجئے کہ کمپیوٹرائزڈ ہے اور ہر کام کو اپنے وقت پہ ہونا ہے۔ مانگنا جو ہے رب کریم سے یہ تو بات کرنے کا بہانہ ہے کام کا ہونا یا نہ ہونا شرط نہیں ہے۔ اس کی تو ایک اپنی لذت ہے کہ بندہ ہو اور اللہ کریم سے بات کر رہا ہو اس کی ایک اپنی لذت ہے وہ عشق ومحبت کا ایک الگ رنگ ہے۔ بندہ ہو اس دور کا اور بارگاہ نبوی ﷺ میں درود پیش کر رہا ہو صلوٰۃ والسلام پیش کر رہا ہو اس کی ایک اپنی لذت ہے کہ محبوب ﷺ کی بات ہو رہی ہے۔ محبوب ﷺ سے بات ہو رہی ہے، ان کی اپنی لذتیں ہیں۔ اسے ہمارے عہد کے لوگوں نے ثواب میں ڈھال کر اس کی لذت ہی گنوادی۔

ثواب کیا ہے؟ آپ نے کوئی دیکھا ثواب کیا ہے؟ کوئی مادہ ہے، کوئی ٹھوس چیز ہے، کوئی مکان ہے، کوئی دکان ہے؟ نہیں، ثواب وہ کیفیت ہے جو کسی کام کے بدلے میں دل پہ وارد ہوتی ہے۔ اگر کافر کفر کرتا ہے تو اسے بھی ثواب ملتا ہے۔ وہ ثواب کیا ہے؟ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ قرآن کہتا ہے کافروں کو اور کیا ثواب دیا جائے گا۔ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ جیسا ان کا کردار ہے۔ ثواب وہ ردعمل ہوتا ہے جو عمل کے نتیجہ میں اُس طرف سے آتا ہے تو کافر پر جو وارد ہوتا ہے اُسے بھی ثواب کہہ دیا گیا چونکہ ثواب اُس کیفیت کا نام ہے جو اُس کے کردار کے نتیجے میں آتی ہے، اُس کے کفر کے نتیجے میں جو ثواب آتا ہے اس سے وہ اور غضب الٰہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ لعنت ہوتی ہے وہ بارگاہ الٰہی سے اُسے دور کر دیتی ہے۔ تو یہاں ساری فلاسفی کو ہم نے ثواب عذاب میں لپیٹ کر رکھ کر دیا۔

ثواب یہ ہے کہ جب آپ ایک دفعہ بھی درود شریف پڑھیں تو اُس ایک قطرے کا بھی اثر ہو۔ اور ایک لاکھ مرتبہ پڑھیں تو ایک لاکھ کا بھی اثر ہو۔

وہ کسی نے مولانا تھانوی سے پوچھا تھا کہ بڑا عرصہ ہو گیا اللہ اللہ کرتے لیکن اللہ اللہ سے فائدہ نہیں ہوتا تو وہ فرمانے لگے کہ کبھی تم نے دیکھا ہے کہ لوگ ٹینکیاں بنواتے ہیں اس میں ٹونٹی لگواتے ہیں اور نیچے پکا فرش بنوا دیتے ہیں پھر وہ ٹونٹی کچھ عرصہ استعمال ہوتے ہوتے لیک ہونے لگتی ہے، قطرہ قطرہ ٹپکتا رہتا ہے اور پھر کچھ عرصہ بعد پکے فرش میں، سیمنٹ میں گڑھا پڑ جاتا ہے۔ وہ کس سے پڑتا ہے، اس نے کہا جی پانی کے قطروں سے۔ فرمایا، اس میں پہلے قطرے کا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا آخری کا۔ یہ الگ بات ہے کہ فرش پکا تھا۔ بے شمار چوٹیں کھانے کے بعد اس میں گڑھا پڑا تو وہ فرمانے لگے کہ اللہ ایک بار بھی کہو تو اُس میں اثر تو ہے۔ اگر دل ہی سیمنٹ کے ہوں تو وقت لگتا ہے۔ دل ہی پتھر کے ہوں تو اس میں سوراخ ہونے میں وقت لگ جاتا ہے لیکن اس کا نام اثر کے بغیر نہیں ہے۔ دل پتھر کے کیوں ہو جاتے ہیں وہی جو ہم خواہشات کو محبت بنا لیتے ہیں۔ اور اگر محبت نصیب ہو تو پتھر دل بھی موم ہو جاتا ہے۔ محبت کچھ دینے کے لئے ہوتی ہے اور اللہ تو بے نیاز ہے اسے تو ہم سے لینا کچھ نہیں پھر ہم کیا دیتے ہیں اپنی خواہشات کو محبت اور آرزوئیں چھوڑ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اس کے بندوں کی نگہداشت کرتے ہیں ان کے لئے امن وسکون اور سلامتی کی راہیں تلاش کرتے ہیں۔

ابھی پچھلے دنوں ایک ساتھی شہید ہو گئے سید محمد حسین شاہ، اللہ اُن پہ رحم فرمائے انہیں کسی نے ظلماً شہید کر دیا شام کا کھانا کھا رہے تھے گھر۔ کسی نے بلایا دروازہ کھولا گولی مار دی۔ اب بڑی عجیب بات ہے کہ ہمارے جو وہاں کے امیر ہیں چیچہ وطنی کے وہ حاجی صاحب ہیں انہوں نے اتنا شور کیا اور اتنا تماشہ کیا او جی ہمیں اجازت دو ہم ان کو ماریں گے وہ فلاں سے کہو آئی جی سے کہو فلاں

www.naqshbandiaowaisiah.com

سے کہو میں نے کہا یار خدا کے بندے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بندے نے موت پر بیعت کی ہوئی تھی جس بندے نے موت پر بیعت کی ہوئی ہے اگر وہ راہ خدا میں مارا گیا تو آپ چیختے کیوں ہیں۔ میری رائے میں تو اس نے اپنی منزل پا لی۔ اب جو رسمی کارروائی ہے حکومت کی وہ قانون کرے گا نہ بھی کرے تو ہماری صحت پہ تو کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہمارے لئے تو یہی ایک منزل ہے کہ ہم راہ حق میں مارے گئے' اب اس پہ شور واویلا کیسا اور تم کس کو مارنا چاہتے ہو۔ اور اگر تمہیں دوسرے دنیاداروں کی طرح لڑنا مرنا اور لوگوں کو قتل کرنا تھا تو موت پر بیعت کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ جس شخص نے موت پر بیعت کی ہے تو اس کا وعدہ وفا ہو گیا۔ بیعت تو ایک عہد ہوتا ہے تو راہ حق میں مارا گیا' ظلماً کسی نے مار دیا وعدہ پورا ہو گیا ٹھیک ہے باقی رسمی کارروائی ہے حکومت کی مرضی ہے کرے نہیں مرضی نہ کرے۔ اُو جی ہم اُن سے لڑیں گے۔ میں نے کہا جی آپ کے باپ کا کیا گیا ہم اُن سے لڑیں گے۔ اُو مرنے والے نے تو مجھ سے بیعت کی تھی موت پر کہ میں اللہ کی راہ میں جان دوں گا' دے گیا بات ختم ہو گئی۔ اَب اگر آپ چاہتے ہیں تو دعا کریں اللہ اُس کی قربانی قبول کرے اور دوسروں پر جن پر آپ کو غصہ آ رہا ہے اگر چاہیں تو آپ اُن کی ہدایت کے لئے دعا کریں۔ وہ بھی مخلوق ہیں اور آپ دیکھتے نہیں کہ کسی ایسے نیک بندے کو گولی مارنا غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا :

''ہزار کافر کو بحالت کفر قتل کرنے سے ایک کافر کو مسلمان کر دینا اللہ کو زیادہ پسند ہے'' تو بھائی تھوڑے سے سینے فراخ کرو' اس فلاسفی کو سمجھو اگرچہ یہ مشکل ہے لیکن یہ صحبتیں یہ برکات شیخ اور یہ برکات نبوی ﷺ نصیب ہو جائیں تو پھر کمی ہماری طرف سے رہ جاتی ہے اُدھر سے نہیں۔ کتنی بھی بارش برستی رہے کوئی برتن ہی اُلٹا رکھے تو اُس میں تو قطرہ نہیں آئے گا۔ اگر ہم اپنی خواہشات اور دنیوی آرزوئیں اور دنیوی لالچ لے کر یا اپنی بڑائی کا میں بڑا پیر صاحب بن گیا ہوں' میں بڑا پارسا بن گیا ہوں لوگ اَب میرے ہاتھ چوما کریں اور میرے گھٹنوں کو چھُوا کریں اور میں کوئی اور فرشتہ بن گیا ہوں اگر یہ ہو گا تو اِس کا مطلب ہے کہ برتن اُلٹا ہے اور اُلٹے برتن والے لوگ آپ نے دیکھا تیس تیس سال محنت کرنے کے بعد اپنا خالی برتن لے کر چلے گئے۔ کتنی بدنصیبی ہے۔ اور عشق الٰہی کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ اللہ کی مخلوق کے لئے اللہ کے بندوں کے لئے بہتری سوچتے ہیں۔ موت سے پہلے پہلے کافر کے لئے بھی ایمان کی دعا کی جا سکتی ہے' کوشش کی جا سکتی ہے' یہی مقصد ہے تبلیغ کا اور بیان کا اور اس سارے کا اور مومن کے لئے موت کے بعد بھی' زندگی میں ہی نہیں موت کے بعد بھی بخشش کی دعا کی جا سکتی ہے۔

میں سمجھتا ہوں محبت الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اُس کی مخلوق کو اُس کے غضب سے بچانے والے ہوں۔ اللہ کے کچھ بندوں کو سنبھال کر لے جائیں۔ کچھ چہرے تو ایسے ہوں جو اللہ کے غضب سے بچ جائیں' آخرت کی شرمندگی سے بچ جائیں۔ تو جب تک محبت نصیب نہیں ہو گی بات نہیں بنے گی۔ رسمیں رہیں گی' رواج رہیں گے' نام رہیں گے۔ لوگوں کا کیا ہے لوگوں کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی' میں نے آج بھی ابھی ڈاک میں ایک خط پڑھا اول تا آخر نمبر دے کر پتہ نہیں پندرہ سولہ بے جا قسم کے الزامات لگائے ہوئے تھے اُس نے یہ ہو گیا وہ ہو گیا۔ لوگوں کی اپنی رائے ہوتی ہے۔

؎ ہر چہ در دیگ است بر کچچہ می آید

جو کچھ جس کے دل میں ہے وہی اُس کی زبان پہ آتا ہے۔ اب کسی بدکار سے بھلی گفتگو کی توقع کرنا کیا یہ حماقت نہیں اور اگر کوئی ایسا بندہ بات کرتا ہے تو کیا اُس کے لئے دعا نہیں کرنی چاہئے اُس پر غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑا کوئی غصہ نہیں آیا میں تو کہتا ہوں اللہ اسے بھی ہدایت دے یا اُسے کم از کم بات کرنے کی تمیز ہی سکھا دے۔ لیکن بات کرنے کی تمیز ہی تب آتی ہے جب دل کی اصلاح ہوتی ہے۔

اللہ کریم تمام احباب کو اس نعمت سے نوازے۔ محنت کیجئے' کوشش کیجئے' اللہ نے آپ کو فرصت دی ہے' وقت دیا ہے' توفیق دی ہے اور برکات نبوی ﷺ کا ایک دروازہ کھول دیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں اگر اس میں بھی ہم نے دنیا ہی سمیٹی تو اس سے بڑی بدنصیبی اور کوئی نہیں ہو گی۔ اللہ کریم حاضر و غائب تمام احباب کو اور تمام مسلمانوں کو اپنی رحمت سے نوازے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

مراقبات کا حاصل

ایک آدمی جوتے گانٹھنے کے لئے سڑک پر بیٹھ جاتا ہے سارے لوگ اُسے بڑا گھٹیا سمجھتے ہیں کیا لوگوں کے سمجھنے سے وہ اپنی روزی چھوڑ دیتا ہے ایک جوتے پالش کرنے بیٹھ جاتا ہے جو بھی جاتا ہے اُس کے سامنے اُس کے بکسے پر پاؤں رکھ کے کھڑا ہو جاتا ہے میرا جوتا صاف کر دلوگ اسے بڑا گھٹیا سمجھتے ہیں لیکن اس کی روزی کا ذریعہ ہے اسے کچھ مل رہا ہے کیا وہ اپنی روزی چھوڑ دیتا ہے اگر چھوڑتا ہے تو جس شعبے میں اللہ کی رضا مل رہی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب ہو رہا ہے اس کام کو بندہ لوگوں کے طعنے سُن کر چھوڑ دے، اللہ اللہ کرنا چھوڑ دے، لوگوں کی باتیں سُن کر اپنا کام چھوڑ دے یہ تو بڑی عجیب بات ہے دنیا دار تو ایسا نہیں کرتا لیکن دین دار کیوں کرتا ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دار العرفان، منارہ 29-9-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم ٥

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم ٥

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَقَال فی مقامِ آخر یَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیب.

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْ افِیْنَا ایسے لوگ جو میرے لئے مجاہدہ کرتے ہیں میری رضا کو پانے کے لئے محنت کرتے ہیں لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ہم اپنے راستے اُن کے لئے واضح کر دیتے ہیں اور اُن کو اپنی راہ پر چلنا ان کے لئے آسان کر دیتے ہیں دوسری ایت کریمہ میں ارشاد ہے۔ یَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیب اپنی طرف اُس کو راستہ عطا فرماتا ہے جس کے دل میں طلب صادق پیدا ہو جائے۔ جب دل میں طلب آجائے قرب الٰہی کی، رضا الٰہی کی، اتباع سنت خیر الانام ﷺ کی، تو پھر رضائے الٰہی کے حاصل کرنے کا واحد راستہ اتباع سنت ہے اللہ کریم فرماتے ہیں۔ کہ ایسے لوگوں کو میں اپنی طرف راہ دے دیتا ہوں۔ مفسرین کرام اس کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اُس کا رہنمائی کا انداز یہ ہوتا ہے کہ ایسے بندوں کے ساتھ ملا دیتا ہے جو اُس کی راہ پر چل رہے ہوتے ہیں اُن سے رہنمائی بھی ملتی ہے اور اُن کے ساتھ مل کر چلنا آسان بھی ہو جاتا ہے۔

حضرات گرامی! دنیا کی زندگی ہر آدمی کی طے شدہ ہے اور ایک طریقے سے ہر بندہ ایک اسائن منٹ پر آیا ہے جس طرح حکومتیں سرکاری ملازمین کو اسائن منٹ پر دوسرے ملکوں میں بھیج دیتی ہیں۔ ایک معین وقت ہوتا ہے کسی کے لئے دو سال کسی کے لئے ایک سال جب وہ وقت پورا ہوتا ہے تو اپنے آپ ہر چیز واپس اپنی جگہ آجاتی ہے بڑھا دے تو وہ قادر ہے کم کر دے تو وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ انسانی کردار انسانی زندگی کو بھی متاثر کرتا ہے۔ اگر اللہ کی اطاعت نصیب ہوتی ہے اور اُخروی نجات نصیب ہوتی ہے تو بہت سی دنیا کی پریشانیاں کم ہو جاتی ہیں بعض اوقات پریشانیاں اپنی جگہ رہتی ہیں اسی لئے کہ وہ قدرت کے فیصلے کے مطابق جھیلنا ہوتی ہیں جس طرح حکیم کبھی کڑوی دوا دیتا ہے کبھی میٹھی۔ لیکن اللہ کریم اُن پریشانیوں میں ایسا حوصلہ عطا کر دیتے ہیں کہ پریشانیاں پریشانیاں نہیں رہتیں اور اگر زندگی اللہ کی راہ سے بھٹک جائے تو ہوسکتا ہے وہ دنیا کی دولت زیادہ حاصل کر لے، ہوسکتا ہے وہ عہدہ یا مال بنا لے لیکن سکون نام کی چیز سے محروم ہو جاتا ہے اور پریشانیاں مقدر ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کہ انسانی زندگی دنیا پر آخرت کا پرتو ہے آخرت دائمی اور ابدی ہے دنیا عارضی اور محدود وقت کے لئے ہے لہذا آخرت بہت قوی اور مضبوط ہے اگر اُخروی نجات اور آخرت میں اللہ کے قرب اور اُس کی رضا کی تعمیر ہو رہی ہوتی ہے تو دنیوی زندگی میں اُس کا پرتو ضرور پڑتا ہے اور ایک طرح کا سکون اور ایک قوت برداشت اور یاد الٰہی کی توفیق اور اللہ کے نام کے ساتھ جینے کی توفیق ہوتی ہے لیکن اگر خدانخواستہ آخرت بگڑ جاتی ہے تو اُس کا پرتو دنیوی زندگی پر پڑتا ہے اور دنیوی زندگی میں آدمی اپنے آپ کو

www.naqshbandiaowaisiah.com

جہنم میں محسوس کرتا ہے جلتا ہوا دُکھتا ہوا اور پریشان حال خواہ اُس کے پاس دولت کے انبار ہی کیوں نہ ہوں۔ اسلام نام ہے اللہ کی مخلوق کو جہنم کے سائے سے نکال کر رحمت الٰہی کے سائے میں لانے کا۔ اب ظاہر ہے بندہ جب تک خود اُس راہ کو اپنائے گا نہیں، دوسرے کو ساتھ لیکر کہاں چلے گا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک خاتون ایک بچے کو لیکر آئی اور فرمایا اسے دم فرما دیجئے، یہ گُڑ کھاتا ہے اور اس کی صحت خراب ہو رہی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کل لانا دوسرے روز وہ صبح حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے دم فرما دیا تو اُس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے تو ایک شفقت کی پھونک ہی مارنی تھی تو اُس کے لئے آپ ﷺ نے دوسرا دن کیوں مقرر فرمایا۔ فرمایا اس لئے کہ کل جب تم آئی تھی تو میں نے بھی تھوڑا سا گُڑ کھایا تھا اور یہ تو مناسب نہیں ہے کہ میں خود گُڑ کھا کر دوسرے کو منع کروں کہ مت کھاؤ۔ آپ ﷺ کی کوئی ادا زندگی کی رہنمائی سے خالی نہیں ہے حضور ﷺ اگر اُس دن بھی دم فرما دیتے تو اتنا ہی اثر ہوتا جتنا دوسرے دن ہوا ہے لیکن امت کی تعلیم کے لئے آپ ﷺ نے ایک راستہ متعین فرمایا چھوٹے سے واقعہ میں بھی کہ پہلے خود بُرائی سے، بے حیائی سے، گناہ سے، کنارہ کشی اختیار کرو پہلے خود اللہ کی رضا کے لئے راستہ منتخب کرو اور اس پر چلنا شروع کرو پھر تم دوسروں کے لئے بھی بچنے کا سبب بن سکو گے۔

کسی بھی فرد کی وساطت سے اگر اللہ کریم اپنے کسی ایک بندے کو دوزخ سے بچا لیتا ہے آپ اللہ کے کسی بندے کو اللہ کی ناراضگی سے بچانے کا سبب بن جاتے ہیں تو اُس فرد کی نجات کے لئے

اسلام نام ہے اللہ کی مخلوق کو جہنم کے سائے سے نکال کر رحمت الٰہی کے سائے میں لانے کا۔

یہ بھی بہت بڑا انعام ہے بچانے والے کے لئے وہ کریم ہے اور وہ ایسا نہیں ہے کہ جسے اُس نے بچایا ہے اُسے جنت عطا کرے اور جو بچانے کا سبب بنا ہے اُسے جہنم میں بھیج دے۔ اس لئے وہ اپنے کرم سے جنت کی راہیں آسان کر دیتا ہے جن لوگوں نے بدر میں شرکت فرمائی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آج کے بعد اہل بدر جو چاہیں کریں جنت اِن پر واجب ہے ان کا حق ہے یہ سب جنت میں جائیں گے۔ محدثین کرام جب اِس حدیث مبارک کی تشریح کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو چاہیں کریں تو اب جو چاہیں میں تو جرم بھی آ سکتا ہے گناہ بھی آ سکتا ہے، حتیٰ کہ کفر بھی آ سکتا ہے جو چاہیں کریں اور کافر کے لئے تو اللہ نے فرما دیا کہ وہ ہرگز جنت میں نہیں جائے گا گناہ کی معافی کی امید کی جا سکتی ہے لیکن کفر کی تو معافی کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی۔ تو محدثین کرام اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب اللہ نے انہیں جنت کا حقدار قرار دے دیا تو وہ چاہیں گے ہی وہی جو اہل جنت کو زیب دیتا ہے یعنی اللہ کریم جنہیں بخشنا چاہتا ہے اس کا مزاج ہی بدل دیتا ہے اور اُسے اُن کاموں کی توفیق دیتا ہے جو اُس کی بخشش کا سبب ہوتے ہیں اور اُن کاموں سے بچا لیتا ہے جو اُس کی ناراضگی کا سبب ہوتے ہیں۔

اب اس حدیث کے حوالے سے آپ دیکھیں تو حضور علیہ السلام کی وصیتوں میں ایک وصیت یہ بھی ملتی ہے کہ اگر میرے بعد امت میں اختلاف پیدا ہو اور لوگوں میں دراڑیں ہو جائیں اس حال میں اگر اہل بدر میں سے کوئی ایک بندہ زندہ ہو تو خواہ پوری اُمت دوسری طرف ہو عمل اُس کی رائے پر کرنا جو بدر میں میرے ساتھ شریک تھا خواہ وہ اکیلا ہو اس لئے کہ وہ ایک جنتی کی رائے ہے وہ یقیناً صحیح ہو گی اللہ نے اُسے جو فکر دی ہو گی وہ باقی سب سے بہتر اور صحیح راستہ ہو گا۔

حضرات گرامی! اللہ کے اپنے ترتیب کردہ طے کردہ پروگرام ہیں اور اُن میں اُتار چڑھاؤ، کمی بیشی زندگی کے حصوں میں آرام تکلیف یہ چلتے رہتے ہیں ہماری بدقسمتی کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

مسلمان تعداد میں بہت زیادہ ہو گئے کردار اور ایمان کے حوالے سے بہت کم رہ گئے لیکن اس کے باوجود اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ قرآن رہے گا اسلام رہے گا۔ نبی کریم ﷺ کی سنت رہے گی اور اُس کو ماننے والے سینے سے لگانے والے اور اُس پر جان نچھاور کرنے والے بھی رہیں گے یہ نہیں ہو سکتا کہ دنیا سے اسلام ختم ہو جائے اور جس دن دنیا میں اسلام نہیں ہوگا وہ دن دنیا کا بھی آخری دن ہوگا اور قیامت قائم ہو جائے گی اسلام روح ہے ارض وسماء کی، عالم دنیا کی، اور اس سارے نظام کی، خدانخواستہ ہم لاپرواہی کریں گے ہم چھوڑ دیں گے۔ ہمارے چھوڑ دینے سے نہ دین کا نقصان ہوگا نہ اللہ کا اور نہ اُس کے حبیب ﷺ کا نقصان چھوڑنے والے کا ہوگا۔

اُس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت ترک تعلق کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے اُس کی تو بے پناہ مخلوق ہے تمہارا کون ہے کیا ایسا رب کوئی لاؤ گے۔ میں صوفیاء کے حالات پڑھ رہا تھا ایک ولی اللہ کے بارے وہ لکھتے ہیں کہ وہ آدھی رات کے بعد انہوں نے قصد کیا، مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ اُن دنوں اسقدر بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی تھی لوگ مشکل سے پہنچتے تھے حج کے لئے اور تھوڑے لوگ ہوتے تھے تو اگر آدھی رات کے بعد جائیں تو تقریباً حرم خالی ملتا تھا ستر کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں الحمد للہ ہم نے بھی یہ عالم دیکھا کہ اُس وقت بھی یہ آج کی بھیڑ بھاڑ نہیں تھی مطاف چھوٹا سا تھا اور حرم کی مسجد تک درمیان میں پختہ راستے بنے ہوئے تھے اور باقی جگہیں کنکریوں سے بھری ہوئی تھیں اور اتنے ہی لوگ ہوتے تھے جو اُس چھوٹے سے مطاف میں طواف کرتے رہتے تھے اور اگر آدھی رات کے بعد یا سحری سے پہلے وقت جب رات ڈھلتی ہے آپ جائیں تو کئی دفعہ دیکھا کہ ایک دو تین بندے وہاں طواف کر رہے ہیں تو اکثر وہ وقت

> **اس وقت دنیا کی کل آبادی کا کم وبیش ایک تہائی حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے**

ہم بھی تلاش کیا کرتے تھے کہ اس وقت حجر اسود پہ بوسہ دینا آسان ہے اور آدمی آرام سے طواف کرتا رہتا ہے انہوں نے دیکھا جب وہ حرم میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کے گرد ایک آدمی گھوم رہا تھا، طواف کر رہا تھا لبیک اَللّٰھُم لَبیک. لبیک اللّٰھم لبیک۔ شور کر رہا تھا اور ہاتف کی آواز آ رہی تھی کہ نکل جاؤ یہاں سے تم اس قابل نہیں ہو۔ مت صدا لگاؤ یہ جگہ اللہ کی تجلیات کا مہبط ہے اور تم نے اللہ کی نافرمانی میں عمر بسر کر دی یہاں سے چلے جاؤ نکل جاؤ۔ الفاظ مجھے یاد نہیں مفہوم یہی تھا۔ تو وہ ولی اللہ بھی صاحب حال تھے ہاتف کی آواز انہوں نے بھی سُنی پہلے تو وہ لرز گئے کہ یہ مجھے خطاب ہے پھر جب غور فرمایا تو پتہ چلا کہ یہ آدمی جو دیوانوں کی طرح پکارے جا رہا ہے اور دوڑے جا رہا ہے تو اسے خطاب ہو رہا ہے کہ تم نکل کیوں نہیں جاتے چھوڑ کیوں نہیں جاتے یہ جگہ۔ تو جب دوسری دفعہ اُن کے قریب سے گزرنے لگا تو انہوں نے پکڑ کر روک لیا انہوں نے کہا بھئی یہ آواز سُن رہے ہو اُس نے کہا حضرت اگر آپ نے سُن لی ہے تو جس کو خطاب کیا جا رہا ہے اُس نے نہ سُنی ہوگی اگر آپ نے سُن لی آپ مجھے روک رہے ہیں تو مجھے تو سنائی جا رہی ہے تو فرمایا پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ غضب الٰہی دنیا کو غرق کر دے تو تم نکل کیوں نہیں جاتے یہاں سے جب تمہیں اتنی سخت جھڑک پڑ رہی ہے تو یہاں سے نکل جاؤ ایسا نہ ہو کہ غضب الٰہی تمہاری وجہ سے ساری دنیا کو غرق کر دے۔ تو فرماتے ہیں اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اُس نے کہا اس جیسا کوئی دروازہ اور دکھا دے میں وہاں چلا جاؤں گا۔ کوئی ہستی ایسی، کوئی در ایسا، کوئی مالک ایسا اور ہے آپ کی نظروں میں کہ میں وہاں چلا جاؤں اور اگر یہی ہے، تو راضی ہو تو بھی یہی ہے خفا ہو تو بھی یہی ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ جب وہ بات کر چکا تو میں نے دیکھا کہ آواز تو غائب ہو چکی تھی لیکن انوار رحمت نے اُس شخص کا احاطہ کر لیا تھا اللہ جل

www.naqshbandiaowaisiah.com

شانہٗ کی بخشش ہماری عقل و دانش، ہمارے علم، ہماری سمجھ، اور ہماری سوچ سے زیادہ وسیع تر ہے۔

جتنی تخلیق فرمائی ہے رب العلمین نے بے شمار جہانوں میں جن میں ایک چھوٹا سا جہان یہ دنیا ہے وہ فرماتا ہے انّ رحمتی وَسِعَتہ کُلَّ شیءٍ۔ جتنی بھی میں نے تخلیق فرمائی ہے خواہ اُس میں لاکھوں کروڑوں اربوں جہان ہوں اُن سب سے میری رحمت وسیع تر ہے کوئی اُس کی رحمت کو عاجز نہیں کرسکتا اور کوئی مانگنے والا محروم نہیں کرسکتا یہ الگ بات ہے کہ زبانی تو ہم مانگ رہے ہوں اللہ سے اور دامن پھیلا رکھا ہو کسی اور دروازے پر تو اس میں ہماری کوتاہی ہوسکتی ہے ہماری غلطی ہوتی ہے یقیناً اُس کی رحمت کسی کو محروم نہیں کرتی۔ یہ اُس کا انعام ہے میں بڑا حیران ہوتا ہوں کہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں محقق کہلاتے ہیں عالم کہلاتے ہیں لیکن ذکر الٰہی اور اللہ کے نام سے بہت خفا ہوتے ہیں اور میرے پاس اتنے اتنے پلندے آتے ہیں کہ اللہ کا ذکر کرنا تو گمراہ کر دیتا ہے کل پرسوں کمپیوٹر پہ جو میل آئی اس میں پندرہ صفحے کا آرٹیکل تھا فل سکیپ پہ پندرہ صفحے جس سارے کا حاصل یہ تھا کہ ذکر کرنے سے لوگ خارجی ہو گئے ذکر کرنے سے لوگ شیعہ ہو گئے ذکر کرنے سے لوگ بے دین ہو گئے ذکر کرنے سے لوگ بے عمل اور گوشہ نشین ہو گئے اور بڑی لمبی بات پندرہ صفحے لکھنے کے لئے کچھ چاہئے بھی پھر انگریزی میں ہوں تو اور بہت زیادہ مضمون اس میں آ جاتا ہے کہ انگریزی کے حروف تو چھوٹے ہوتے ہیں اردو میں تو پھر کوئی لمبا چوڑا کھینچ کے لکھ لیتا ہے تو تھوڑی عبارت زیادہ جگہ گھیر لیتی ہے تو میں وہاں آرام سے جمع کرتا رہتا ہوں اور میں سوچتا ہوں کہ زمانے کی

عالم کفر کا یہ مسئلہ نہیں کہ مسلمان دنیا میں نہ رہے اس کا یہ مسئلہ نہیں ہے کہ آپ اسلامی نام نہ رکھیں مسلمان نہ کھلائیں نہیں، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کا عمل جو ہے وہ سنت کے مطابق نہیں ہونا چاہئے۔

گردش مسلمان کو کہاں لے گئی۔ یہ وہ دولت ہے جس سے عالم کفر مسلمان کو دور کرنا چاہتا ہے عالم کفر کا یہ مسئلہ نہیں کہ مسلمان دنیا میں نہ رہے اس کا یہ مسئلہ نہیں ہے کہ آپ اسلامی نام نہ رکھیں مسلمان نہ کہلائیں نہیں، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کا عمل جو ہے وہ سنت کے مطابق نہیں ہونا چاہئے۔ پھر وہ آپ کا دوست ہے آپ کو دولت بھی دے گا آپ کے ساتھ دوستی بھی کرے گا۔ اب اگر افغانستان کو تباہ کیا گیا تو ان لوگوں کو جو مسلمان کہلواتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے رہتے ہیں لیکن عملاً اسلام کے خلاف کام کرتے ہیں بے حیائی کرتے ہیں۔ لوگوں کی عزتیں لوٹتے ہیں مال لوٹتے ہیں قتل و غارت گری کرتے ہیں انہیں تو نوازا جارہا ہے انہیں تو کسیؔ نے قتل نہیں کیا۔ ڈاڑھیاں بھی انہوں نے رکھی ہوئی ہیں نمازوں کا تکلف بھی کر لیتے ہیں مسلمان بھی کہلاتے ہیں نام بھی مسلمانوں جیسے ہیں تو ان کی دوستی تو روس چھینا جھپٹی کرتا ہے میری دوستی ہو امریکہ کو دکھ ہے کہ روس کے دوست نہ بنیں میرے دوست بنیں اسی زمین پر وہ لوگ بھی ہیں جو نہ امریکہ سے کچھ مانگتے ہیں نہ روس سے کچھ مانگتے ہیں صرف اپنی زندگی کو اتباع سنت کے مطابق زندہ رکھنا چاہتے ہیں انہیں کوئی برداشت نہیں کرتا۔ اور یہ اس طرح کے جتنے مضامین لکھے جاتے ہیں اس کے پیچھے بھی وہی غیر ملکی دھن دولت کارفرما ہوتی ہے۔ تھوڑا سا اس میں وہ ٹرن دے دیتے ہیں ایک موڑ دے دیتے ہیں کہ امریکہ براہ راست پیسہ نہیں دیتا سعودی عرب سے دلوا دیتا ہے اور اسے بڑا مقدس اور پاک سمجھا جاتا ہے لیکن سرمایہ اصل میں وہی ہوتا ہے۔

کہ مسلم سے روح محمد نکال دو

اس کا وجود باقی رہے لیکن اس میں سے وہ آتش عشق فرو کر دو اس عہد میں اس حالت میں اگر کسی کو اللہ اپنی یاد کی توفیق دیتا ہے اس کے دل میں احکام کو سیکھنے کی طلب پیدا کرتا ہے اور وہ عمل کے لئے عبادات اور احکامات اور حلال اور حرام اور جائز ناجائز سیکھتا ہے اپنی بھرپور کوشش کرتا ہے

ان پر عمل کرنے کے لئے اور اپنی صبح کو اللہ کے نام سے شروع کرتا ہے اور اپنے دن کو یاد الٰہی پہ ختم کرتا ہے۔ تو میری ذاتی رائے میں سب سے بڑا مقام یہی ہے جہاں تک مراقبات کا تعلق ہے مراقبات اللہ کا انعام ہیں وہ ثمرات ہیں اور وہ اپنی مرضی سے دیتا ہے۔

کل میرے پاس ایک بچی آئی اور وہ بڑی سادگی سے مجھے کہہ رہی تھی کہ آپ مجھے پانچ منٹ ذکر کرا دیں اور مجھے فنا فی الرسول ﷺ کرا دیں تو میں نے کہا بیٹا آپ کی طلب اپنی جگہ لیکن یہ میرے بس میں نہیں ہے کہ میں آپکو کرا دوں یہ آپ کا اور اس کا معاملہ ہے آپ اللہ اللہ کرتی رہیں وہ چاہے تو ابھی کرا دے وہ چاہے تو سال بعد کرائے یہ اس کا معاملہ ہے میں آپ کی رہنمائی کر سکتا ہوں، بتا سکتا ہوں، توجہ دے سکتا ہوں، دعا کر سکتا ہوں، لیکن یہ چونکہ ثمرات ہیں پھل ہیں اور پھل لگانا اسی کا اپنا کام ہے۔

مالی دا کام پانی دینا بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کام پھل پھول لانا لاوے یا نہ لاوے

لیکن مراقبات کا ایک اور پہلو بھی ہم نے دیکھا ہے حضرت جیؒ کی عادت تحقیق کی تھی چونکہ آپؒ مناظر تھے اور بے شمار فرق باطلہ سے، ہندو عیسائیوں سے لیکر مسلمانوں کے گمراہ فرقوں تک کا مقابلہ رہتا تھا تو آپؒ مسائل کی جزیات کی بھی تحقیقات فرماتے رہتے تھے۔ کہ میدان مناظرہ میں کام آتی ہیں مجھے اب یاد نہیں وہ مسئلہ کون سا تھا لیکن ایک مسئلہ تھا جس پر متقدمین میں سے کسی بہت بڑے عالم نے اپنی رائے لکھی تھی۔ تو حضرت جیؒ کو خیال ہوا کہ کیوں نہ برزخ میں جا کر اس سے تحقیق کرا لی جائے چونکہ کتابیں بدل دی جاتی ہیں بعض لوگ الفاظ حروف بدل دیتے ہیں یہ تو اللہ کی کتاب کا اعجاز ہے کہ اس میں تبدیلی کوئی نہیں ہوتی تو کیا

اللہ کے شکر گزار بندے ہمیشہ تعداد میں کم ہوا کرتے" اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھوکا مر گیا تو خطاب کے بیٹے سے پوچھا جائے گا

واقعی اُن کی رائے یہی تھی۔ قاضی صاحب بھی تھے اور ساتھی بھی تھے حضرت جیؒ نے فرمایا یہاں میرے پاس بیٹھ اور مراقبہ کر کے اس عالم کی خدمت میں پہنچو یہ کہاں ہے زندگی میں بہت بلند منازل تھے اُس کے تو انہوں نے مراقبہ کیا تو حیران ہو گئے۔ وہ فرمانے لگے کہ حضرت جیؒ اس سے تو بات نہیں ہو سکتی اس قبر میں تو جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اسے بے پناہ مار پڑ رہی ہے اور بڑا دردناک عذاب ہے اور اس سے تو بات نہیں ہو سکتی۔ حضرت جیؒ بھی بڑے حیران ہوئے فرمانے لگے یہ تو صوفی بھی تھا اور صاحب حال تھا اور اس کے تو مشاہدات بڑے مشہور ہیں اس نے تو بے شمار چیزیں اپنی کتابوں میں ایسی لکھ دی ہیں جو صدیوں بعد ظہور پذیر ہوئیں اس کی نگاہ بہت وسیع تھی یہ کیسے ممکن ہے کہ اس سے بات کی جائے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ذکر کرتے ہیں ہم بھی اور اس پر بھی القا کرتے ہیں ذکر کرتے رہے القا فرماتے رہے قبر میں جب عذاب ہوتا ہے تو شکل انسانی نہیں رہتی کسی نہ کسی حیوان سے مشابہہ ہو جاتی ہے جس کی عادات انسان کی زندگی سے ملتی جلتی ہوں کوئی سانپ بن جاتا ہے کوئی خنزیر بن جاتا ہے کوئی کچھ کوئی کچھ زندگی میں جس جانور کے عادتوں کے ساتھ اس کی عادتیں ملتی ہوں روح کی شکل زندگی میں بھی ویسی ہو جاتی ہے اور عذاب کے وقت بدن کی شکل بھی ویسے ہی ہو جاتی ہے جہنم میں آپ کو کوئی انسان نظر نہیں آئے گا دوزخ میں آپ کو کوئی انسان نظر نہیں آئے گا تو یہ اہل جنت کا حصہ ہے یہ صورت چونکہ انبیاء علیہم السلام کی ہے محمد رسول ﷺ کی ہے تو اس صورت پر کوئی جہنم میں نہیں جائے گا پھر فرمانے لگے تھوڑا سا آفاقہ تو اسے ہوا ہے اس کی شکل بدلنا شروع ہو گئی ہے پھر فرمایا اس کی شکل انسانی ہو گئی ہے اللہ کا عذاب ٹل گیا ہے بلکہ اس زمانے میں حضرت جیؒ کے منازل بھی اُس بلندی پر نہیں تھے جہاں اللہ آپؒ کو لے گیا تو آپؒ کی توجہ سے بھی اتنا اثر نہیں

ہو رہا تھا پھر آپؒ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف اس طرح ادھر توجہ فرمائی تو وہ زنجیریں منجیریں کٹنے لگیں اور وجود بدل کر انسانی شکل میں آنے لگا اور سیاہی چھٹنے لگی تو جب ان کی صورت درست ہوگئی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ بھئی اب بتاؤ اس مسئلے کو چھوڑو تمہارے ساتھ کیا بیتی تمہارے منازل تو بہت بلند تھے اور بہت تیز مشاہدات تھے اور تم تو آئندہ کے بے شمار واقعات کتابوں میں بھی لکھ گئے ہو تو اپنے ساتھ کیا بیتی فرمایا مجھے اس چیز نے مروادیا۔ میرا ایک اعتماد ہو گیا تھا اپنے مشاہدات پر کہ میں چیزیں دیکھ لیتا ہوں اور صحیح دیکھتا ہوں جب نزع کا وقت آیا زندگی ختم ہونے کو آئی تو میرے سامنے ایک راستہ کشادہ سڑک کی طرح سامنے کھل گیا جس پر مجھے جانا تھا۔ فوراً ہی اس کے ساتھ دوسرا راستہ بن گیا جو مجھے بڑا خوبصورت لگا تو میں نے ذرہ سا توقف کیا پھر میں نے کہا میرے مشاہدات تو مضبوط ہیں یہ راستہ زیادہ خوبصورت ہے یہ کسی اونچی منزل کو جاتا ہوگا میں نے قدم اٹھایا کہ اس پہ رکھتا ہوں تو مجھے احساس ہو گیا کہ نہیں یہ غلط ہے میں نے قدم واپس لے لیا اس پر میرے سارے مشاہدات مراقبات اعمال سلب ہو گئے اور اللہ کریم نے فرمایا کہ اگر تو قدم رکھ دیتا تو میں تیرا ایمان بھی سلب کر لیتا لیکن چونکہ تو نے قدم رکھا نہیں اس لئے ایمان تو بچ گیا لیکن میں سب کچھ ہار کر عذاب کی گرفت میں چلا گیا تو حضرتؒ نے فرمایا اسے مراقبات کرائے جائیں احدیت ،معیت ،اقربیت، اس نے کہا حضرت مجھے تو صدیاں بیت گئیں ہیں مار کھاتے کھاتے اور ہڈیاں چورا بن جاتی تھیں پھر سلامت ہوتی تھیں مجھ میں تو ہلنے کی سکت نہیں ہے نہ اٹھنے کی ، پکڑ

اے صحرائی میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبے نہیں پہنچے گا اس لئے کہ تُو جس راستے پر چل رہا ہے یہ تو ترکستان کی طرف جاتا ہے

کر کھڑا کیا گیا اٹھا کر مراقبات تک لے جایا گیا پھر سیر کعبہ پھر فنا فی الرسول ﷺ ۔ بارگاہ نبوی ﷺ میں اسے ایک جوڑا انعام کے طور پر کپڑوں کا عطا ہوا اور ایک جوڑا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید عطا فرمایا حضرتؒ کے لئے کہ ان کے حصے کا رکھ دو جب یہ آئیں گے تو یہ استعمال کریں گے اور جب ان حضرت جیؒ سے پوچھا گیا کہ کبھی آپ کو اور آگے مراقبات کے بارے میں تو وہ کہنے لگے کہ میری توبہ میرے لئے بس اس سے آگے کہیں نہیں جانا۔ میں اس سے آگے سوچنا بھی گناہ سمجھتا ہوں جو ہو گیا وہ ہو گیا اللہ مجھے معاف کرے میرے لئے یہ انتہائی مقام ہے کہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو جاؤں مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہئے۔

تو یہ ضروری نہیں کہ جن کو مراقبات ہو جائیں وہ ان کے پاس سند آ گئی وہ بھی آزمائش میں ہیں، ابتلا میں ہیں، اور جتنا کوئی قریب جاتا ہے اتنے آداب اور پابندیاں بڑھتی جاتی ہیں عدالت میں اگر کوئی جاہل تھوک دے تو شاید کوئی نوٹس بھی نہ لے یا بہت کریں گے تو کوئی اہلکار اسے منع کر دے گا لیکن اگر کوئی وکیل تھوکے گا تو شاید اس کا لائسنس بھی منسوخ ہو جائے ہو سکتا ہے توہین عدالت میں کوئی سزا بھی ہو جائے ہیں تو دونوں بندے اور عدالت بھی ایک ہے لیکن جاننے والے اور قریبیوں کے لئے آداب اور حالات مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے بیشک مراقبات کی کوشش کریں، لیکن مراقبات ہی کو حاصل نہ سمجھیں مراقبات کا حاصل بھی یہ ہے کہ ان کا پر تو عملی زندگی پر پڑے اور جتنے مراقبات نصیب ہوں اتنی عمل میں گہرائی اور گیرائی آتی جائے یہ تماشا نہیں ہے کہ آنکھ بند کر کے بندہ تِلی تماشا دیکھتا رہے اس سارے کا حاصل یہ ہے کہ عملی زندگی میں وہ مثبت تبدیلی آتی رہے۔ مت گھبرائیں ہر ایک کا رزق مقدر ہے۔

اَلا وانَّ النفسَ لَنْ تَمُوتَ حتّٰی تَسْتکمِلَ

www.naqshbandiaowaisiah.com

رِزْقُهَا o کوئی متنفس دنیا سے اس حال میں نہیں اٹھتا کہ وہ اپنے حصے کا ایک دانہ یا ایک قطرہ پانی یا ہوا کا کوئی جھونکا باقی چھوڑ جائے۔ اپنا اپنا حصہ ہر ایک کو لے کر جانا ہے اور جتنا جمع کرتے رہیں دوسروں کا حصہ چھوڑ کر جانا ہے اس لئے گھبرانے کی بات نہیں ہوتی مشکلات بھی آ جائیں تو جب اللہ ساتھ ہے تو بیت جاتی ہیں معیت باری پہ اعتماد ہو تو مشکلیں مشکل نہیں رہتیں لیکن کرنے کا کام صرف یہ نہیں ہے کہ اپنے آپ کو چمٹائے رکھے بندہ اپنے آپ کو بھی قائم رکھنا بڑا کام ہے اس عہد میں اپنے آپ کو قائم رکھنا بھی بہت بڑا کام ہے لیکن اصل کام یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کو اللہ کی ناراضگی سے بچایا جائے اور اس کے لئے محنت کی جائے مجاہدہ کیا جائے کام کیا جائے۔

لوگ ایسا بزنس کر لیتے ہیں جن میں لوگ انہیں لعن طعن کرتے ہیں۔ اب ایک آدمی مکان تعمیر ہے لوگ اسے کمین کہتے ہیں لیکن اس کے بچے پل رہے ہوتے ہیں اسے روزی مل رہی ہوتی ہے وہ لوگوں سے خان کہلوانے کے لئے اپنا پیشہ چھوڑ تو نہیں دیتا ایک آدمی جوتے گانٹھنے کے لئے سڑک پر بیٹھ جاتا ہے سارے لوگ اسے بڑا گھٹیا سمجھتے ہیں کیا لوگوں کے سمجھنے سے وہ اپنی روزی چھوڑ دیتا ہے ایک جوتے پالش کرنے بیٹھ جاتا ہے جو بھی جاتا ہے اس کے سامنے اس کے بکسے پر پاؤں رکھ کے کھڑا ہو جاتا ہے میرا جوتا صاف کرو لوگ اسے بڑا گھٹیا سمجھتے ہیں لیکن اس کی روزی کا ذریعہ ہے اُسے کچھ مل رہا ہے کیا وہ اپنی روزی چھوڑ دیتا ہے اگر چھوڑتا ہے تو جس شعبے میں اللہ کی رضا مل رہی ہے نبی ﷺ کا اتباع نصیب ہو رہا ہے اس کام کو بندہ لوگوں کے طعنے سُن کر چھوڑ دے، اللہ اللہ کرنا چھوڑ دے لوگوں کی باتیں سُن کر اپنا کام چھوڑ دے یہ تو بڑی عجیب بات ہے دنیادار تو ایسا نہیں کرتا دین دار

روزی پیدا کرنا، کھانا، اور مر جانا یہ زندگی کا وہ عمل ہے جو جانور بھی کرتا ہے

کیوں کرتا ہے۔ ہر شخص نے اپنا حساب دینا ہے چھوٹے اور بڑے نے۔ ہم میں دوسرا نقص یہ ہے کہ ہم اپنا حساب صحیح نہیں رکھتے دوسروں کی تفتیش میں لگے رہتے ہیں حالانکہ وہ بھی اللہ کے سامنے جوابدہ ہے اور ہم بھی اللہ کے سامنے جوابدہ ہیں ہمیں اللہ نے کسی کا جج نہیں بنایا کہ اس کا حساب تم نے لینا ہے۔ ان لوگوں کا محاسبہ تمہارے ذمے ہے اور تمہارا میں کروں گا ایسا نہیں ہے کوئی بھی جج نہیں ہے ساری مخلوق جوابدہ ہے۔

میدان حشر میں اپنی امتوں کے ساتھ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جوابدہی کے لئے تشریف لائیں گے ماوشما کی کیا حیثیت ہے۔ لہذا فضول باتوں میں پڑنے کی بجائے اپنے کام تک اپنے آپ کو محدود رکھیے اور اس میں خلوص پیدا کیجئے گہرائی پیدا کیجئے اور آپ دیکھ لیجئے کہ کم از کم ہمیں پنتیس چالیس سال تو ہو گئے لاہور میں کام کرتے کتنا بڑا شہر ہے لاہور چالیس برسوں کی یہ آمدنی کبھی آپ نے سوچا کہ کتنی مخلوق ہے اس شہر میں ہمیں ان سے چندہ نہیں لینا، ہمیں ان سے پیسے نہیں مانگنے، ہمیں ان سے ووٹ نہیں مانگنے۔ ہمیں انہیں درد دل کے ساتھ اللہ کی راہ پہ لگانا ہے میری آپ کی ہم سب کی محنت یہ ہے کہ چالیس برسوں میں اتنی بڑی آبادی میں سے ہم یہ دس آدمی جمع کر سکے ہیں۔ اور اگر یہی سوال روزِ محشر پوچھ لیا گیا تو کیا جواب ہوگا۔ وہ بے نیاز سوال ہی نہ کرے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اللہ کی بخشش ہی کھلی ہے۔ جس سے پوچھا گیا کہ یہ کیوں وہ کیوں اسے جہنم تک لے جائے گی کیونکہ بندے کے پاس کوئی جواز نہیں ہوگا کیوں کہ جائز کرنے کے لئے۔ تو تھوڑا سا اس طرف بھی متوجہ ہوتے کہ ہماری کارکردگی کتنی ہے کیا ہم اس بات پہ خوش ہیں کہ میں بہت بڑا بندہ بن گیا ہوں، میں بہت پارسا ہو گیا ہوں، میں بہت ولی ہو گیا ہوں تو یہ ہماری پارسائی، یہ ہماری ولایت ہماری طرف سے ہے اس کی طرف سے تو تب ہو گی جب وہ منظور فرمائے گا کسی کے پاس رسید نہیں ہے جو غلطیاں ہم سے

ہوتی ہیں جو گناہ ہم سے ہوتے ہیں وہ ہمیں پتہ ہے یہ گناہ ہے جو نیکی ہم سے ہوتی ہے اُس کے بارے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ نیکی قبول ہوگئی۔ قبول نہ ہو تو نیکی بھی جرم ہے۔ ہم نیکی سمجھ رہے ہیں نا لیکن وہ نیکی تو تب بنے گی جب وہ بے نیاز اسے قبول فرمائے گا اس میں ہماری سوچ کیا ہے ہمارا اس کے پیچھے خلوص کتنا ہے اس میں ہمارا کوئی جذبہ خودنمائی ہے یا ہم اللہ کی رضا کے لئے کررہے ہیں ہم خود کو دوسروں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں یا دوسروں کو بھی اللہ کے روبرو کرنا چاہتے ہیں بڑا فاصلہ ہے ان باتوں میں۔ اور یہ چیزیں ارادے سے تعلق رکھتی ہیں سوچوں سے تعلق رکھتی ہیں دل کی گہرائیوں میں ہوتی ہیں جنہیں وہ خوب جانتا ہے لہذا میں یہ چاہوں گا میں خاص طور پر آپ کے اس اجتماع کے لئے رُک گیا ورنہ مجھے کل جانا تھا مجھے نکلے ہوئے دن بھی کافی دن ہوگئے۔ میں اس لئے رُک گیا کہ ہمارا کام تسلی بخش نہیں ہے۔ اپنا بھرپور کام کیجئے دنیا کا کوئی کام میں منع نہیں کررہا اپنے دفتر کا کام کیجئے اپنی حلال روزی کمایئے اور رزق حلال کمانا فرض عین ہے۔ اپنی گاڑیاں چلایئے، اپنی دکانیں چلایئے، اپنی مزدوری کیجئے، جو پڑھاتے ہیں پڑھایئے جو پڑھتے ہیں پڑھیے لیکن ایک بات کا ریکارڈ یاد رکھیے۔ کوئی دن ایسا بھی ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں آپ نے اللہ سے بچھڑے ہوئے کسی بندے کو اللہ سے ملا دیا ہو اگر دن نہیں تو کیا کوئی مہینہ ایسا ہے جس میں آپ نے اللہ کے کسی بندے کو جو اللہ سے بچھڑ چکا تھا اللہ سے ملا دیا ہو۔ میرے خیال میں ہم میں اکثریت ان کی ہے جن کے پاس کوئی سال بھی ایسا نہیں کہ انہوں نے کسی بندے کو اللہ سے ملا دیا ہو۔ تو پھر زندگی کا کیا حاصل، روزی پیدا کرنا، کھانا، اور مر جانا یہ زندگی کا وہ عمل ہے جو جانور بھی کرتا ہے پرندہ بھی کرتا ہے۔ ہر زندہ متنفس یہ عمل پوری پابندی سے کرتا ہے چڑیاں بھی اپنے بچے پالتی ہے کوا بھی اپنے بچے پالتا ہے جنگلی جانور بھی روزی کماتے ہیں بچے پالتے ہیں انسان نے بھی اگر یہی کچھ کیا تو اُس نے کیا تیر مارا۔ اور یہ کسی ایک کے کرنے کا کام نہیں ہوتا کہ فلاں حضرت بڑے باکمال ہیں اُن سے ہوگا نہیں جس کے دل میں درد ہو وہی کرسکتا ہے۔ یہ کام تب ہوتا ہے کہ جب آپ کے لئے اللہ کی مخلوق کی محبت آپ کے دل میں ہو مخلوق کے لئے درد آپ کے دل میں ہو اور آپ واقعی خلوص نیت سے انہیں اللہ کے قریب لانا چاہتے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ آپ کی بات نہ سنے۔ یہاں بھی ہم یہ ٹھوکر کھا جاتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ یہ گمراہ ہے یہ بے دین ہے میں بڑا نیک ہوں میں اسے فتح کرنے چلا ہوں فتح کوئی نہیں ہوتا خواہ وہ کفر میں مر جائے۔ وہ فتح ہونا نہیں چاہتا لیکن اگر اسے یہ اعتماد ہو کہ آپ بات اس کے پیار میں خلوص میں ہمدردی میں کررہے ہیں تو وہ ضرور سوچتا ہے۔

اگر محنت مجاہدہ اور خلوص کے ساتھ کوئی نہیں مانتا تو پھر بھی محنت کرنے والے کا اجر ضائع نہیں ہوتا

دوسری بات یہ ہے کہ قیامت کو بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی ایسے ہوں گے جو تنہا کھڑے ہوں گے جن کے ساتھ کوئی بندہ نہیں ہوگا بعض کے ساتھ دو دو تین تین ہوں گے۔ یہ الگ بات کہ لوگوں کے نصیب اچھے نہ تھے انہوں نے نہ مانا لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کوشش میں آپ کو کمی نظر نہیں آئے گی۔ وہ زندگی بھر ایک ہی کام کرتے رہے اور اس کے کرنے کا حق ادا کرگئے۔ اگر محنت مجاہدہ اور خلوص کے ساتھ کرنے سے کوئی نہیں مانتا پھر بھی محنت کرنے والے کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔ اللہ کریم کا یہ احسان ہے کہ ہمیں اس زمانے میں جس میں چیزوں کی صورتیں بدل چکی ہیں۔ تصوف تو بدنامی کی حد تک بگڑ چکا ہے چونکہ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کی اتنی زیادہ نقلیں بنتی ہیں۔ اتنا زیادہ جھوٹ بکتا ہے اُس کے نام پر تو اس کے نام پر بھی بے شمار رسومات اور نقلیں اور بے شمار خرافات بن رہی ہیں اور بک رہی ہیں اور

میلے ٹھیلے ہو رہے ہیں۔ تو اس افراتفری میں حقیقی تصوف اور خلوص کے ساتھ ذکر الٰہی ایسا جو عملی زندگی میں مثبت تبدیلی لائے اور اتباع سنت نصیب کرے یہ بہت بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ لہذا میں یہ چاہوں گا کہ آپ اس کام کی ترتیب بنائیں اور کم از کم اپنے شہر کو لاہور کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیں۔ جہاں جہاں کوئی ایک ساتھی بھی ہے وہاں حلقہ ذکر قائم کریں اور جو بھی ساتھی قریب ہے ذکر کرانے کی تو سب کو اجازت ہے کوئی بھی ساتھی جو اللہ اللہ کرتا ہے وہ دوسروں کو بھی کرا سکتا ہے کوئی ضروری نہیں کہ وہ پیر ہی بن جائے چونکہ یہ تو کوئی پیروی نہیں ہے یہ تو دیئے سے دیئے کو جلانے کی بات ہے اور الحمدللہ حضرتؒ نے خود اجازت دے رکھی تھی کہ جو بھی ذکر کرتا ہے وہ دوسرے کو بتا بھی سکتا ہے ذکر کرا بھی سکتا ہے۔ تو میں یہ چاہوں گا کہ آپ اپنے شہر کو مختلف حصوں میں دس میں بارہ میں پندرہ میں بیس میں تقسیم کر دیں محلوں کے حساب سے آبادیوں کے حساب سے اور اُس کے مطابق اس میں محنت کریں جو جو ساتھی جہاں جہاں رہتا ہے۔ محنت کرے۔

جو ساتھی صاحب مجاز ہیں یا اجازت رکھتے ہیں یا جنہیں اللہ نے استعداد بخشی ہے وقتاً فوقتاً ایک دوسرے میں آتے جاتے رہیں۔ ایک مسئلہ یہ بھی پیدا ہوا کہ صاحب مجاز کم ہیں لاہور میں اور حلقہ ہائے ذکر میں پورے نہیں آتے۔ تو آپ کے پاس کرنل سرور ہیں میں اُن سے گزارش کروں گا کہ وہ ذمہ داری لیں مختلف حلقہ ذکر میں جائیں ان کی ذمہ داری کا حلقہ فیصل آباد ہے لیکن فیصل آباد اور کسی کے ذمے لگا دیں گے وہاں حکیم محمد صادق صاحب فارغ بیٹھے ہیں ٹوبہ میں فیصل آباد کا چکر وہ لگا لیں گے

اس افراتفری میں حقیقی تصوف اور خلوص کے ساتھ ذکر الٰہی ایسا جو عملی زندگی میں مثبت تبدیلی لائے اور اتباع سنت نصیب کرے یہ بہت بڑی خوش نصیبی کی بات ہے

لیکن میں کرنل سرور صاحب سے گزارش کروں گا کرنل جمیل صاحب مجاز ہیں اُن سے گزارش کروں گا اور آپ میں سے خالد چشتی صاحب کھڑے ہو جائیں ماسٹر رشید کھڑے ہو جائیں چوہدری صاحب آپ کھڑے ہو جائیں۔ آپ کے ان تین لوگوں کو آج سے میں صاحب مجاز مقرر کرتا ہوں اب آپ کے پاس زیادہ لوگ ہو جائیں گے ان کی اپنی مصروفیات بھی ہیں لیکن میں یہ چاہوں گا کہ کرنل صاحب تشریف رکھتے ہیں وہ آپ کو سند بنا کر دے دیں گے میں دستخط کر دوں گا اور میں یہ امید رکھوں گا کہ اب چونکہ آپ بہت سی تعداد میں ہو گئے ہیں آپ لوگ لاہور شہر کو مختلف شعبوں میں بانٹ کر حلقہ ذکر بنا کر اس کی ترتیب بنائیں اور اپنی ماہانہ رپورٹیں جو ہیں وہ بھیجیں پتہ چلے کتنا کام ہو رہا ہے اور کتنے لوگ آئے۔ تشریف رکھیے ذکر کے بعد کرنل صاحب سے مل لیجئے وہ آپ کو بنا دیں گے۔

ایک اور ضروری بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا وہ الاخوان کی ہے الاخوان سیاسی تنظیم بھی نہیں ہے اور غیر سیاسی بھی نہیں ہے۔ سیاست کا جو مفہوم ہے یا حاصل ہے یا ٹارگٹ ہے وہ ہے حصول اقتدار الاخوان کا ٹارگٹ حصول اقتدار نہیں ہے اس لئے وہ سیاسی نہیں ہے لیکن صاحب اقتدار پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتی ہے اس غرض سے کہ ملکی حالات میں کچھ بہتری کی امید کی جا سکتی ہے اور پہلے بھی اجتماعی ووٹ تو نہ دیتے تھے لیکن انفرادی طور پر تو دیئے ہی جاتے تھے ہر حلقے میں کوئی جو بھی شریف بندہ نظر آئے۔ تو سیاست پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتی ہے مثبت طریقے سے اس انداز سے سیاسی بھی ہے۔ الاخوان سلسلے سے علیحدہ کیوں بنی اس لئے کہ سارے لوگ شاید ہمارے ساتھ ذکر پر متفق نہ ہوں لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوں جو ملکی سیاست اور ملکی حالات میں اُن سے اتفاق کرتے ہوں تو ان سے بھی استفادہ کیا جائے اس کے لئے الاخوان الگ سے بنی کہ اس میں ایسے لوگ بھی کام کر سکیں جو ہمارے حلقہ ذکر میں نہیں ہیں لیکن ہمارے سیاسی

www.naqshbandiaowaisiah.com

نقطہ نظر سے متفق ہیں مسلمان وہ بھی ہیں ہم بھی ہیں اگر ہم مجاہدہ کرتے ہیں تو اُن پر احسان نہیں کرتے کیا خبر اُن کا کوئی عمل اللہ کو ہم سے زیادہ پسند آجائے۔ لہذا الاخوان کا عالم یہ ہے کہ سلسلے کا ہر ساتھی اُس کا ممبر ہے اور بعض ممبر ایسے ہیں جو ذکر نہیں کرتے لیکن الاخوان کے ممبر ہیں۔ اس دفعہ جو فیصلہ ہم نے کیا ہے یہ بھی مشکل ہے اور یہ اس لئے کیا ہے کہ حکومت نے سیاسی جماعتوں کو توڑ کر کچھ نئی جماعتیں بنائیں جو حکومت کا خیال ہے کہ ایسے [illegible]

بھی حکومت کر رہی ہے جو ان کے ہم خیال ہوں۔ ہم نے یہ سوچا کہ ہم حکومت کی ہاں میں ہاں ملانے کی بجائے کسی اپوزیشن کی مدد کریں کسی ایسی جماعت کو سپورٹ کریں کہ کم از کم جو اپوزیشن میں بیٹھ کر کہ اپنے حساب میں یہ ضرور یاد رکھے کہ اس دن میں کیا کمایا کیا کھویا اُس میں ایک بات ضرور ہو کہ کیا اللہ کے کسی بندے کو میں نے اللہ کی طرف سے دعوت دی۔ اگر دن نہیں کوئی ہفتہ تو خالی نہیں ہونا چاہئے اتنی لمبی بات تو نہیں ہونی چاہئے جب کہ ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم چالیس برسوں میں وہی مٹھی بھر لوگ ہیں جو ایک عرصہ دراز سے چلے آرہے ہیں اور یہ صرف ہمارے لئے نہیں ہے یہ تو ہر مسلمان کا حق ہے۔ وہ بیچارے سمجھتے نہیں کچھ دنیا کی مصیبتوں نے انہیں پریشان کر رکھا ہے کچھ اس راستے پہ ڈرانے والے بھی بہت بیٹھے ہیں بیچارے خود بھی قابل رحم ہیں وہ نہیں سمجھتے وہ کیا کر رہے ہیں عجیب بات ہے وہ بھی دین سمجھ کر لگے ہوئے ہیں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کی عمر گزر گئی مسلمانوں سے لڑتے لڑتا وہ عیسائیوں سے چاہتے تھے اور بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے آزاد کرانا چاہتے تھے لیکن عیسائی سازشیں چھوٹی چھوٹی مسلمان ریاستوں کو اُن کے راستے میں لے آتیں اور ان سے لڑا دیتیں تو اُن کی زندگی کا زیادہ حصہ بغاوتیں فرو کرنے میں اور چھوٹی چھوٹی مسلمان ریاستوں سے لڑنے میں بیت گیا بالآخر اُن کا خلوص بیت المقدس تک لے گیا اور اللہ کے اس بندے نے یہی بیت المقدس جو اب یہودیوں کے قبضے میں ہے عیسائیوں کے قبضے سے چھڑا کر مسلمانوں کے اختیار میں دیا تو اُن کی سوانح میں ملتا ہے کہ جب وہ عموماً فاتح رہے الحمدللہ اور بہت جانباز اور بہت دلیر آدمی تھے تو جب فتح ہو جاتی اور مخالف بھاگ جاتے پھر اپنے سپاہیوں کی شہدا کی میتیں اٹھاتے اُن کا جنازہ خود پڑھاتے پھر فرماتے کہ ہمارے مخالف جو مسلمان مرے ہیں اُن کی میتیں جمع کرو سلطان خود اُن کا جنازہ پڑھاتے اور اُن کے کفن دفن کا انتظام کرتے پہلے اپنوں کا پھر اُن کا۔ تو اُس پر عرض کیا گیا حضور یہ تو ہمیں اللہ کی راہ سے روک رہے ہیں اور بیت المقدس تک پہنچنے سے یہ رکاوٹ بنے ہوئے ہیں اور کافروں کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں آپ ان کے ساتھ اتنی شفقت برتتے ہیں کہ ان کے جنازے پڑھاتے ہیں اور انہیں دفن کرتے ہیں فرمایا ان بیچاروں کو تو یہ بتایا جاتا ہے کہ ان کا راستہ روکنا اسلام ہے یہ بیچارے تو اسلام کے لئے لڑ رہے ہیں انہیں دھوکا دینے والے ان کے حکمران یا ان کے لیڈر ہیں یہ بیچارے ان کے لئے تو میں مغفرت کی دعا ہی کروں گا کہ انہیں تو لوگ دھوکا دے کر لے آئے کہ اسلام کی خدمت یہ ہے کہ صلاح الدین ایوبی کا راستہ روکو۔

آج بھی وہ عالم ہے کہ کچھ بے چارے اسلام سمجھ کر اللہ کی یاد کا راستہ روکنے کی کوشش۔ پریشان ہو گئے ہیں کہ یہ کیا بات ہے کہ یہ تو بین الاقوامی سطح پر لے گئے اور یہ ان کا کمپیوٹر سے ہو رہا ہے پوری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ تو اسے روکا جائے جو مسلمان یہ کوشش کر رہے ہیں میں تو اُن کے لئے بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کو اس کی لذت سے آشنا کر دے شاید وہ بے چارے دین سمجھ کر کوشش کر رہے ہیں وہ نہیں جانتے کہ وہ تصوف جو رسمی اور رواجی ہے جو انسانوں کو بے کار کر دیتا ہے اور جو رواجات کو اور اللہ سے دوری کو اور نکمے پن کو رواج دیتا ہے یہاں وہ نہیں ہے یہاں کا تصوف اللہ کے بندے بناتا ہے مجاہد بناتا ہے، مزدور پیدا کرتا ہے عالم پیدا کرتا ہے اور زندگی کے ساتھ زندہ رہنے والے لوگ پیدا کرتا ہے اللہ ہم سب کو معاف فرمائے سب کو صحیح سمجھ دے اور توفیق عمل دے۔ آمین

☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

میڈیا اور ہمارا کردار؟

اب یہ ضروری تو نہیں کہ جو ٹیلی ویژن پر یا ریڈیو پر بات کر رہا ہے وہ جاہل ہے۔ ممکن ہے بہت پڑھا لکھا بندہ ہو لیکن جب بات بے حیائی کی کر رہا ہوتا ہے تو اُس کا مصدر جہالت ہے وہ جتنا بھی پڑھا لکھا ہے جب بیہودہ بات کرتا ہے تو عنداللہ اُسے جاہل ہی سمجھا جاتا ہے کیونکہ بے ہودگی جہالت کا پھل ہے۔ اور یاد رکھیں اسلام نے کفر کو علم سے مٹایا ہے۔ کفر بھی جہالت کا پھل ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 30-8-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم o

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْہُ وَقَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَانَبْتَغِی الْجٰھِلِیْنَ o اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ ھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ o القصص 00تا04

اللہ کریم نے مومن کی صفت ارشاد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا سورۃ القصص میں ہے بیسویں پارے میں ارشاد ہے۔

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْہُ

جب کوئی فضول بات سنتے ہیں، لغوبات سنتے ہیں' بے حیائی کی بات سنتے ہیں، کوئی بیہودہ بات جب سنتے ہیں، اَعْرَضُوْا عَنْہُ تو اُس سے رُخ پھیر لیتے ہیں۔ وَقَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ اور کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اعمال کا جواب دینا ہے جبکہ تمہیں اپنے کردار کا جواب دینا ہے۔ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَانَبْتَغِی الْجٰھِلِیْنَ تم کو سلام کرتے ہیں یعنی تم سے الوداع ہوتے ہیں اس لئے کہ ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں ہیں

آج پراپیگنڈہ کا زمانہ ہے اور سب سے زیادہ پراپیگنڈہ بے حیائی کا کیا جاتا ہے وہ غیر ملکی میڈیا ہو، یا ملکی' وہ پرنٹ میڈیا ہو، یا الیکٹرانک، اخبار ہوں، یا ٹیلی ویژن، ہر طرف بے حیائی کی بھرمار ہے جس کا جواب ہمارے ہاں یہ دیا جاتا ہے کہ ٹیلی ویژن توڑ دو یا ٹیلی ویژن کے دکاندار کی دکان جلا دو۔ لیکن اس طرف کوئی بھی نہیں سوچتا کہ اس کے مقابلے میں، جھوٹ کے مقابلے میں ، سچ کو عام کیا جائے ٹیلی ویژن بھی اخبار کی طرح ایک آلہ ہے جو بات کر رہا ہوتا ہے یا جو سامنے کیمرے کے ہوتا ہے اُس کا عکس بھی اُس میں آ جاتا ہے اُس کی بات بھی سنائی دیتی ہے اخبار میں یہ ہوتا ہے کہ ہم جب بات کرتے ہیں تو اخبار والے چھاپ دیتے ہیں اور وہ تحریر کی صورت میں ہمارے سامنے آ جاتی ہے جبکہ ٹیلی ویژن میں وہ آواز اور اُس کے ساتھ تصویر بھی ہمارے سامنے آ جاتی ہے اب دین پھیلانے کے لئے، نیکی پھیلانے کے لئے، بھلائی کو عام کرنے کے لئے، بھی تو ذرائع ابلاغ کی ضرورت ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فتح مکہ کے روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ' کو حکم دیا کہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ اذان تو صحن میں بھی ہو جاتی ہے۔ اُس وقت تو کوئی آلہ صوت مکبر نہیں تھا، کوئی لاؤڈ سپیکر نہیں تھا، کوئی ریڈیو ٹیلی ویژن نہیں تھا، کوئی اخبار نہیں چھپتا تھا، تو مقصدِ عالی یہ تھا کہ چھت پر سے اذان دو تا کہ اللہ کے نام کی گونج دور سے دور تک سنائی دے۔ جہاں تک ممکن ہو کم از کم یہ جو دو تین وادیاں مکہ مکرمہ کی ہیں اُن میں تو آواز گونجے۔

اُس کی صورت آج یہ ہے کہ کوئی ریڈیو پر ،کوئی اخبار میں یا کوئی ٹیلی ویژن پر اللہ کی عظمت کی بات کرے، حقائق کی بات کرے، خرافات کے مقابلے میں کردار کی بات کرے۔

یاد رکھیں بُرائی یا بے حیائی کے لئے کسی ٹیلنٹ کی ضرورت نہیں ہوتی، کسی قابلیت کی ضرورت نہیں ہوتی، کسی ادارے میں علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ سارے جہالت کے مظاہر ہیں بُرائی اور بے حیائی کے پیچھے جہالت اور لاعلمی ہوتی ہے اُس کے لئے کسی ڈگری کی ضرورت نہیں پڑتی اس

www.naqshbandiaowaisiah.com

ئے یہ ایسے کام ہیں کہ کوئی بھی کر سکتا ہے اگر گاؤں کا چوہدری یا چوہدری کا بیٹا کر سکتا ہے تو گاؤں کے ایک کمیں یا اُس سے غریب تر بندے کا بیٹا بھی اُسی طرح کی بے حیائی کر سکتا ہے اگر ایک بہت پڑھا لکھا آدمی برائی یا بے حیائی کی بات یا بے ہودہ بات کرتا ہے تو کوئی انپڑھ اور جاہل اُس سے زیادہ بیہودگی سے بات کر سکتا ہے۔یعنی بُرائی کے لئے ٹیلنٹ کی ضرورت نہیں ہوتی، کسی ڈگری کی ضرورت نہیں ہوتی، چونکہ بُرائی کی بنیاد جہالت ہے اس لئے یہاں ارشاد فرمایا گیا۔

کہ میرے بندے جب بُرائی سنتے ہیں یا بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اُس سے رُخ پھیر لیتے ہیں اسے پسند نہیں کرتے اُسے سننا گوارا نہیں کرتے اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک وقت آ رہا ہے جب تجھے بھی اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا اور ہمیں اپنے کردار کا جواب دینا ہوگا۔ پھر فرماتے ہیں ہم تجھ سے جدا ہوتے ہیں اس لئے کہ ہم جاہلوں کو پسند نہیں کرتے۔

اب یہ ضروری تو نہیں کہ جو ٹیلی ویژن پر یا ریڈیو پر بات کر رہا ہے وہ جاہل ہو ممکن ہے بہت پڑھا لکھا بندہ ہو لیکن جب بات بے حیائی کی کر رہا ہوتا ہے تو اُس کا مصدر جہالت ہے وہ جتنا پڑھا لکھا بھی ہے جب بیہودہ بات کرتا ہے تو عنداللہ اُسے جاہل ہی سمجھا جاتا ہے کیونکہ بے ہودگی جہالت کا پھل ہے۔اور یاد رکھیں اسلام نے کفر کو علم سے مٹایا ہے۔ کفر بھی جہالت کا پھل ہے کوئی نہیں جانتا اللہ کون ہے، کوئی نہیں جانتا اُس کی شان کیسی ہے، کوئی نہیں جانتا اُس کی عبادت کس طرح کرنی ہے، یہ ساری جہالت ہے اور اس کا پھل کیا ہے کفر اور شرک۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم کے وہ خزینے لٹائے جن کی مثال نہ آپ ﷺ سے پہلے دنیا میں

> **رسول اللہ ﷺ نے جو علم تقسیم فرمایا وہ اتنا مضبوط اور اُس میں اتنی قوت ہے کہ آپ کسی انپڑھ چرواہے سے بھی پوچھیں تو وہ بھی بات قیامت کی کرتا ہے**

ملتی ہے اور نہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک مِل سکتی ہے۔ یہ سارا کیا تھا علم تھا۔ اللہ کی ذات کے بارے علم، اللہ کی صفات کے بارے علم، اللہ کی پسند کے بارے علم، اللہ کی ناپسند کا علم، کس بات پہ اللہ راضی ہے اور کس بات پہ ناراض ہوتا ہے یہ علم کی بات ہے اعمال کے نتائج۔ کس عمل کا نتیجہ کیا ہوگا اور کہاں کہاں وہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

اب آپ دیکھ لیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جو علم تقسیم فرمایا وہ اتنا مضبوط اور اس میں اتنی قوت ہے کہ آپ کسی انپڑھ چرواہے سے بھی پوچھیں تو وہ بھی بات قیامت کی کرتا ہے۔

ایک جاہل گنوار انپڑھ بندہ سارا دن جنگل میں ریوڑ چراتا ہے کسی عالم کی صحبت میں بیٹھنا نصیب نہیں، کسی مدرسے کا منہ نہیں دیکھا، لیکن جب بات علم پر آتی ہے تو وہ بھی اللہ کے وجود کی بات کرتا ہے اُس کے معبود برحق ہونے کی بات کرتا ہے۔ وہ بھی کہتا ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یہ بھی جانتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں وہ یہ بھی جانتا ہے کہ موت برحق ہے، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کراماً کاتبین اعمال لکھ رہے ہیں، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ حساب ہوگا، برزخ میں بھی ہوگا، میدان حشر میں بھی ہوگا، اسے کس نے بتایا میں نے بتایا مجھے کس نے بتایا جس نے مجھے بتایا اُسے کس نے بتایا یہ سارا علم اور اس کی بنیاد ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ۔

ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے اور یہ علم کا وہ خزانہ ہے جس میں دنیا آخرت کے تمام علوم سمو دیئے گئے ہیں بڑی عجیب سی بات ہے کہ قرآنِ کریم کا چھوٹے سے چھوٹا نسخہ کوئی ایک انچ مربع بھی ہے۔ اُس ایک انچ مربع نسخے میں بھی دنیا اور آخرت کے سارے علوم سمو دیئے گئے ہیں۔ اور اگر اللہ کریم وسعتِ نظر عطا کریں تو قرآن کی ایک ایک ایت میں دنیا اور آخرت کے سارے علوم موجود ہیں یہ الگ بات ہے کہ مفسرین کرام نے عمریں لگائیں، محنتیں کیں، تعلیم حاصل کرنے میں، تعلیم کو اپنے وجود کا حصہ بنانے میں اُس پر عمل کرنے میں، پھر وہ موتی

بکھیر نے میں اور قرآن حکیم کے سمندر میں غوطے لگا لگا کر انہوں نے بے شمار جواہر بے بہا نکالے قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے واحد کتاب ہے جس کی دو لاکھ سے زیادہ تفاسیر طبع ہوئیں اور جو طبع نہیں ہوئیں لکھی گئیں چھپ نہ سکیں اُن کی تعداد کسی کے پاس نہیں لیکن دو لاکھ پہ ختم نہیں ہو گئیں قیامت تک لوگ جنہیں رب توفیق دے گا وہ لکھتے رہیں گے۔ کوئی لکھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ سارے نکات میں نے بیان کر دیئے سارے راز میں نے سمیٹ لئے اب اس کے بعد کوئی راز باقی نہیں ہے یہ نہیں ہو سکتا یہ ناممکن ہے۔

اللہ کریم نے مجھے اس سعادت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا فیضان نظر تھا کہ قرآن حکیم کی سمجھ دی۔ میں نے سادہ سی تفسیر لکھنے کی کوشش کی اللہ قبول فرمائے آمین کہ عام آدمی کے لئے اُس میں کیا ہے عام آدمی کو آیت کریمہ جو بھی وہ پڑھے اُسے پتہ چلنا چاہئے کہ یہ مجھے کیا کہتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ سب سے سہل، آسان، جتنی تفاسیر آج تک لکھی گئیں اُن سب سے آسان ترین لکھنے کی کوشش کی۔ اس کے باوجود اُس میں ایسے نکات آئے ہیں جو پہلی دو لاکھ تفاسیر میں نہیں ملتے۔ حالانکہ وہ کوئی اتنی معرکہ آرا تصنیف لکھنے کی بات نہیں ہے یا کوئی ایسی تفسیر نہیں لکھی گئی جو بڑی مثال ہو کوشش یہ کی گئی ہے کہ عام آدمی کو آیت کریمہ کا ترجمہ جب پڑھے تو اُسے سمجھ آ جائے، کہ میرے لئے اس میں کیا حکم ہے مجھے اس ایت کے مطابق کیا کرنا چاہئے یعنی نہایت سادہ، نہایت سلیس اردو، نہایت عامیانہ سے جملے، روزمرہ کی زبان، کوئی اُس میں ادبی کاوش نہیں کی گئی۔ کوئی اُس میں حوالے نہیں دیئے گئے کوئی اُس میں گرائمر زیر بحث نہیں لائی گئی کوئی صرف ونحو کی بات نہیں کی گئی کوئی شانِ نزول کی بات نہیں کی گئی۔ سادہ سادہ سی بات، اس کے باوجود اُس میں ایسے نکات آئے جو اس سے پہلے طبع ہونے

والی دو لاکھ تفاسیر میں نہیں ملتے۔ کوئی اور لکھے گا وہ شاید ایسے جواہر تلاش کرے گا جن تک میری رسائی نہیں ہوئی کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور یہ ایک ایسا خزینہ ہے جس کی انتہا نہیں ہے جو ختم نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ کس نے دیا۔ سارے کا سارا قرآن ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ وحی رسول اللہ ﷺ پہ نازل ہوئی کوئی دوسرا دنیا میں گواہ بھی نہیں ہے کہ یہ ایت نازل ہوئی اور میں بھی سُن رہا تھا صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سُنی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی اس سے پردہ اٹھا کر اُس میں معنی کے جو خزینے تھے وہ لوگوں پہ منکشف فرمائے۔ دنیا میں جتنے جواہر چُنے گئے تفاسیر میں سب خوشہ چین ہے ارشادات محمد رسول اللہ ﷺ کی اور قیامت تک لوگ کرتے رہیں گے اور پھر بھی کوئی یہ کہہ نہیں سکے گا کہ سارے راز آشکارہ ہو گئے اور مجھے سمجھ آ گئی۔

ایک اُستاد پڑھاتا ہے ہم بھی پڑھاتے ہیں میں بھی اُستاد ہوں شاید جسے ہم پڑھا رہے ہیں اُس پر اتنی باتیں منکشف نہ ہوں شاید ہمارے مر جانے کے بعد کسی کو یاد نہ رہے جسے ہم نے پڑھایا ہے شاید اُس ایک بندے کو یاد رہیں وہ دنیا سے اٹھ جائے تو کوئی جاننے والا نہ ہو گا لیکن یہ تقسیم علم کا معجزہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا کہ جسے نورِ ایمان نصیب ہوتا ہے وہ ازل سے ابد تک کے حقائق جان جاتا ہے، خواہ وہ انپڑھ ہو، گڈریا ہو، چرواہا ہو، جاہل ہو، وہ جاہل نہیں ہے جو اللہ کو جانتا ہے۔ وہ کیسے جاہل ہے جو آخرت کی خبر رکھتا ہے، وہ کیسے جاہل ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچانتا ہے، جاہل وہ ہے جس نے نہ اللہ کو جانا، نہ آخرت کو جانا، نہ محمد رسول اللہ ﷺ کو پہچانا، وہ دنیا بھر کے علوم پڑھ جائے وہ جاہل ہے اس لئے قرآن فرماتا ہے کہ جو بیہودہ بات کرے میرے بندے اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور اُسے کہتے ہیں۔ لَا نبتغی الجٰھلین O

ہمیں جاہلوں کی مجلس پسند نہیں، ہم جاہلوں کے طلبگار نہیں، ہم جاہلوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔ تو میرے بھائی یہ بات ٹیلی ویژن توڑنے کی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ بیہودہ بات کو سُنا اور دیکھا نہ جائے۔ اگر لوگ بیہودہ بات سننا چھوڑ دیں تو ٹیلی ویژن والوں کو بھی اپنی

www.naqshbandiaowaisiah.com

اصلاح کرنی پڑ جائے گی۔ ہمارے یہ پروگرام تو کوئی دیکھتا نہیں اس کے لئے تو لوگوں نے لائسنس کینسل کروائے لوگوں نے ٹی۔وی خریدنا چھوڑ دیا ہے کہ اس میں صرف بے حیائی رہ گئی ہے کوئی کام کی بات نہیں ہوتی۔ اگر لوگ دیکھنا چھوڑ دیں، اگر لوگوں کا اللہ سے ایسا تعلق ہو کہ وہ بے حیائی سننا چھوڑ دیں تو ٹیلی ویژن کا ادارہ بھی مجبور ہو جائے کہ اُس میں ایسی بات نہ آئے۔ اگر اخبار میں ہم بُری خبریں پڑھنا چھوڑ دیں کسی عورت کی عزت لٹتی ہے خبر بن جاتی ہے یہ کیا خبر ہے ایک ظلم ہوا ہے اُس کی اشاعت دوسرا ظلم ہے۔ چار آدمیوں نے کسی کے بارے میں سنا کہ فلاں بچی بے آبرو ہوگئی تو آپ نے سارے جہان کو کیوں سُنا دیا کیا یہ اُس کے ساتھ دوسرا ظلم نہیں ہے اور پھر اُس کے بعد اُسے انصاف بھی نہیں ملتا۔ یعنی اگر بے حیائی کی اشاعت نہ کی جائے۔ کیوں کی جاتی ہے اس لئے کہ ہم پڑھتے ہیں۔ آپ بڑے سے بڑا نیکی کا کام کریں اُس کی خبر نہیں چھپتی بلکہ اخبار والوں کا مقولہ ہے کہ اگر یہ بات لکھی جائے کہ فلاں جگہ کتے نے بندے کو کاٹ لیا یہ کوئی خبر نہیں پڑھتا لیکن اگر یہ لکھا جائے کہ فلاں بندے نے کُتے کو کاٹ کھایا تو سارے پڑھتے ہیں۔ چھینا جھپٹی ہوتی ہے اخبار لے جاتے ہیں، دکھاؤ یہ کہاں ہے کس نے کاٹا کیسے کاٹا۔ تو جو لوگوں کی پسند یا چاٹس ہوتی ہے وہی چیز چھپتی ہے وہی چیز میڈیا میں آتی ہے۔ اس کا مطلب ہے اگر ٹیلی ویژن پہ بے حیائی عام ہے تو ہم بے حیائی دیکھتے ہیں۔

اخباروں میں اگر بے حیائی کو اُچھالا جاتا ہے تو ہم وہ بے حیائی سننا، پڑھنا چاہتے ہیں، ہم اخبار بھاگ بھاگ کر خریدتے ہیں اخبار بکتے ہیں اس لئے، آپ ایک دن اخبار نہ خریدیں ملک میں کوئی بھی نہ خریدے ملک میں اخبار کہ اس میں تو ساری ڈاکے کی اور بے حیائی کی خبریں ہیں کوئی اچھی خبر نہیں تو اخبار دوسرے دن چھپے گا نہیں ایک دن کی مار نہیں سہہ سکتے کہ اگر ایک دن کا پرنٹ

> **کتنا ظالم، کتنا گنہگار، مدت کا کافر، مشرک ہو، جب آپ ﷺ کے لئے عقیدت کا ذرہ اُس کے دل میں پھوٹے گا اللہ اُسے ہدایت دے دے گا**

اخبار نہ بکے تو اُن کا سارا سلسلہ رُک جاتا ہے جبکہ اللہ کریم نے تعریف ہی یہ فرمائی ہے۔ وَاِذَا سَمِعُو اللَّغوَ اَعْرَضُو عَنه، جب وہ بے ہودہ بات سنتے ہیں اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں میاں ہمارا کردار ہمارے لئے ہے اور تمہارا کردار تمہارے لئے ہے اور ہم تم سے جُدا ہوتے ہیں۔ سَلٰمٌ عَلَيكُمْ تمہیں سلام کرتے ہیں۔ لَا نَبتغي الْجٰهِلِين ہمیں جاہلوں کی مجلس پسند نہیں ہے اس سے اگلی ایت کریم میں جو بات ارشاد فرمائی وہ اتنی سخت ہے کہ بندہ لرز جاتا ہے مخاطب فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرمایا۔ اِنَّكَ لَا تَهدِیْ

مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ اے میرے حبیب ﷺ تو جسے چاہے اُسے ہدایت نہیں ملتی کیونکہ آپ ﷺ تو رحمت مجسم تھے۔ آپ ﷺ پر جو پتھر برساتے آپ ﷺ اُن کے لئے دعا فرماتے، جنہوں نے آپ ﷺ پر تیر برسائے آپ ﷺ نے اُن کے لئے دعائیں کیں، جنہوں نے آپ ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینکا آپ ﷺ نے اُن کے لئے دعائیں کیں، تو فرمایا اس طرح نہیں کہ تیرا کرم عام ہو اور انسانی کردار کی اہمیت ہی ختم ہو جائے آپ ﷺ کے کہنے پر ہر کسی کو ہدایت نہیں ملے گی ہاں جو آپ ﷺ کو چاہے گا اللہ جانتا ہے کہ اُس کے دل میں کیا ہے کتنا ظالم، کتنا گنہگار، مدت کا کافر، مشرک ہو، جب آپ ﷺ کے لئے عقیدت کا ذرہ اُس کے دل میں پھوٹے گا اللہ اُسے ہدایت دے دے گا آپ ﷺ کے چاہنے سے نہیں دے گا جو آپ ﷺ کو چاہے گا وہ ہدایت پائے گا۔ یعنی ہدایت کا کلیہ یہ ہے کہ اللہ ہدایت تقسیم فرماتا ہے اور اللہ دلوں کے حال جانتا ہے جو بھی اور جب بھی آپ ﷺ کو چاہے گا اُسے ہدایت دے دے گا۔ وہ کتنا گمراہ ہوا، وہ کتنا گنہگار ہو، وہ کتنا جاہل ہو، کتنا دور چلا گیا ہو جب بھی اُس کے دل میں آپ ﷺ کی عظمت کی ایک کرن بھی پھوٹے گی میں اُس کا دِل روشن کر دوں گا اُسے ہدایت دے دوں گا۔ لیکن وہ اگر آپ ﷺ کے ساتھ عداوت کرتا رہے اور آپ ﷺ کرم فرماتے رہیں میں اُسے ہدایت نہیں دوں گا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

بعض لوگوں کے جنازے سے منع کر دیا گیا رسول اللہ ﷺ کو اور قرآن میں حکم ہوا کہ آپ ﷺ ستر دفعہ بھی ان کی بخشش کی دعا کریں گے تو میں انہیں نہیں بخشوں گا۔ آپ ﷺ ایسے کریم تھے جنازہ تھا ابن ابی کا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس کے جنازے پہ تشریف نہ لے جائیں اس نے ساری عمر تو اس کی مخالفت کی ہے اور بظاہر مسلمان کہلاتا رہا یہ منافقوں کا سردار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں جنازے پر جاؤں گا۔ اُس کا عمل اُس کے لئے ہے۔ لیکن میرا کرم تو وہ محدود نہیں کر سکتا فوراً ایت کریمہ نازل ہوئی کہ آپ ﷺ اگر ستر دفعہ بھی بخشش کی دعا کریں گے تو اسے نہیں بخشوں گا۔ آپ ﷺ نے خود آیت کریمہ صحابہ کو سنائی کہ یہ وحی الٰہی نازل ہوئی ہے قربان جایئے اس کرم پہ' فرمانے لگے میں ستر سے زیادہ دفعہ دعا کر دوں گا یعنی اللہ کریم اگر فرماتے ہیں کہ ستر مرتبہ دعا سے نہیں بخشوں گا تو میں ستر سے زیادہ بار دعا کر دوں گا پھر دوسری ایت نازل ہوئی کہ آپ ﷺ کو نہ اس کے جنازے پہ جانے کی اجازت ہے اور نہ اس کے لئے دعا کرنے کی اجازت ہے اگر ان میں سے کوئی بھی مر جائے آپ ﷺ اُس کی قبر پر بھی تشریف نہیں لے جائیں گے۔ اور اُس کے لئے مغفرت کی دعا بھی نہیں فرمائیں گے روک دیا گیا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا کرم تو عام ہے آپ ﷺ رحمت مجسم ہیں لیکن نتائج تو مرتب ہوں گے کہ اُس کے دل میں آپ ﷺ کے لئے کیا ہے اگر اُس کے دل میں بغض ہے تو میں اسے معاف نہیں کروں گا۔ ہاں اُس کے دل میں محبت کی کرن آ جائے تو ہدایت کے دروازے کھل جائیں گے۔

اب ایک دل میں دو محبتیں نہیں ہوتیں

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ' نبی ﷺ کی حدیث کا

پاکستان کی کم از کم دو تہائی سے زیادہ آبادی حج سے مستفید ہو چکی ہے اگر اس دو تہائی اکثریت کا کردار سدھر جائے تو کیا ریاست اسلامی نہ بن جائے گی

اکثر حوالہ دیا کرتے تھے کہ انسان کو دو میں سے ایک طرف نقصان اٹھانا پڑتا ہے دنیا میں یا آخرت میں آخرت کی پاسداری کرے تو اکثر اوقات دنیوی نقصانات اُٹھانا پڑتے ہیں اور اگر دنیا سمیٹنے میں لگ جائے تو پھر آخرت کے نقصانات برداشت کرنا پڑتے ہیں دونوں طرف فائدہ ہو دونوں طرف ایک سے تعلقات رہیں یہ ممکن نہیں ہے دنیا کا تقاضا الگ ہے۔ آخرت کا تقاضا الگ ہے۔ یا دنیا آخرت کے تابع ہوگی نفع ہو یا نقصان' یا پھر آخرت بھول جاؤ گے۔ اگر دنیا کے منافع کے پیچھے پڑ جاؤ وہ ملے یا نہ ملے اُس کا ملنا یقینی نہیں ہے جبکہ آخرت کا ملنا یقینی ہے جو آخرت کو طلب کرتا ہے اُسے آخرت کا ملنا یقینی ہے اور جو دنیا کو طلب کرتا ہے اُس سے آخرت چھوٹ جاتی ہے یہ دنیا کا ملنا یقینی نہیں ہوتا تو بات ہو رہی تھی بے حیائی سے رُکنے کی اب ہمارے دل میں اگر تو بارگاہ نبوی ﷺ کی محبت ہے۔ اگر تو ہم چاہتے ہیں کہ کبھی خواب ہی میں سہی ہمیں آقائے نامدار ﷺ کی زیارت ہو جائے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ قبر میں جب فرشتہ سوال کرے۔ **ماکنت تقول فی حق هذا الرجل** اس ہستی کے بارے تو دنیا میں کیا کہتا تھا تو سامنے آقائے نامدار ﷺ کا رُخ انور ہو اور میں کہہ اٹھوں **فداہ' ابی و امی هذا رسول اللہ ﷺ**۔ میرے ماں باپ اس پہ قربان ہوں یہ تو اللہ کا حبیب ہے' اللہ کا رسول ہے' میرا نبی ﷺ ہے' اگر ہم یہ چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اپنی آنکھوں کو' اپنی زبان کو' اپنے دل کو' بے حیائی سے بچانا ہوگا۔ ایک عام سا مصالحہ ہے۔ سیمنٹ آپ ایک اینٹ کو کیچڑ میں لتھڑ دیں اُس پر سیمنٹ لگائیں' نہیں لگے گا ایک اینٹ کو تر نہ کریں خشک رہنے دیں اُس پہ سیمنٹ لگائیں نہیں لگے گا ہر اینٹ کو آپ پانی میں ڈبوائیں گے اُس سے الائش دور کریں گے اسے صاف کریں گے پھر اُس پہ سیمنٹ لگائیں گے تب لگے گا۔ انسانی دل میں بے حیائی دیکھنے کا شوق بھی ہو' فواحشات کا شوق بھی ہو' بُرائی کا شوق بھی ہو' بُری باتیں سننے کا شوق بھی ہو' اور پھر اُس دل میں عشق رسول ﷺ بھی ہو یہ کیسے ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دل میں جب حُب رسول اللہ ﷺ نہیں ہوتی تو ہمارے اعمال' ہمارے کردار' کی تعمیر نہیں ہوتی۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

یہ جو ہمارے مولوی نے علماء تو جانتے ہیں لیکن ہماری مصیبت یہ ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس علم نہیں ہے لیکن وہ مولوی ہیں اُس نے ہمیں ایک تصور دے دیا ہے کہ جی نیکی جو ہے یہ اُدھار مزدوری ہے اور اُس کا اجر مرنے کے بعد ملے گا۔ جو سراسر غلط تصور ہے' بے بنیاد ہے؟ ہر نیکی کا اَجر فوراً ملتا ہے نیکی کا اَجر ہوتا کیا ہے نیکی کا اَجر یہ ہوتا ہے کہ اُس کے اعمال کی اصلاح ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

اِنَّ الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاءِ وَالمُنکر

جو لوگ باقاعدگی سے نماز ادا کرتے ہیں نماز بے حیائی سے اور بُرائی سے روک دیتی ہے اب اگر نماز مقبول ہوتی ہے تو بے حیائی دیکھنے کو جی نہیں چاہتا اور اگر ہم نماز اتنی جلدی پڑھیں کہ جلدی ختم ہو کہ فلاں فلم گزر جائے گی جو ساری بے حیائی پہ مبنی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ نماز قبول نہیں ہوئی' ایک ایکسر سائز ہے جو ہم نے کر لی دل میں تڑپ بُرائی کی ہے۔ وجود کو ہم یہاں اُٹھا بٹھا رہے ہیں۔ اور قرآن نے یہ اصول دے دیا ہے۔ اِنَّ الصلوٰۃ تنھٰی عنِ الفحشاءِ وَالمُنکر نماز بے حیائی اور بُرائی سے روکتی ہے گویا ہر نیک عمل کا پہلا ثواب یہ ہے کہ نیکی کی مزید توفیق ہوتی ہے اور گناہ سے بچنے کو جی چاہتا ہے گناہ سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے اور یہ جو نیکی مزید کرنے کی اور گناہ سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے اس پر آخرت کی تعمیر ہوتی ہے آخرت کا اَجر جو ہوگا وہ اُس کردار پر ہوگا اور عبادات کا اَجر یہ ہے کہ اُس سے کردار کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

ہم اگر اپنے حقائق تلاش کریں تو پاکستان کی کم از کم دو تہائی سے زیادہ آبادی حج سے مستفید ہو چکی ہے۔ کچھ لوگ اپنے سرمائے پر گئے کچھ لوگوں کے بچے فوج میں ہیں اُدھر سعودیہ وغیرہ چلے گئے والدین کو انہوں نے بلا لیا کچھ اور بزرگوں کے بچوں نے دولت کمائی اور والدین کو حج پر بھیج دیا میرے اپنے اندازے کے مطابق اگر چودہ کروڑ آبادی ہے تو کم از کم

میں منوں سُونا بھی لے جائوں لیکن یہاں جہاں اسمٰعیل ذبیح اللہ کی قربانی ہوئی تھی یہاں اگر ایک بکرا اور ذبح کر دوں تو شاید مجھے کیا کچھ آخرت میں مل جائے گا

آٹھ کروڑ مرد و خواتین ایسے ہوں گے جو حج کر کے آ چکے ہیں اگر چودہ میں سے آٹھ کروڑ بندوں کا کردار سُدھر جائے تو کیا ریاست اسلامی نہ بن جائے۔ حج کیا ہے؟ زندگی میں ایک بار فرض ہے یعنی ایسی عبادت ہے کہ زندگی میں ایک بار کر لی جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ آدمی حج میں اس طرح ہو جاتا ہے گویا آج پیدا ہوا پہلے سارے گناہ دھل جاتے ہیں۔ جس طرح بچہ دنیا میں پیدا ہوتا ہے بے گناہ اور بے قصور' ظلمت سے پاک' بندہ بیت اللہ سے اُس طرح باہر نکلتا ہے لیکن وہ بچہ جو بالکل گناہوں سے پاک پیدا ہوتا ہے جب اُس میں شعور آتا ہے تو خود کو گناہوں سے لتھڑ لے تو وہ پاکی اُس کے کس کام آئی۔ یعنی اکثریت کا عالم تو یہ ہوتا ہے کہ مکے میں رہتے ہوئے عبادت کی طرف دھیان کم اور خرید و فروخت کی طرف زیادہ ہوتا ہے کہ میں یہاں آ گیا ہوں یہاں سے کیا کیا لے کے جاؤں کہ وہاں نہیں ملتا خرید و فروخت سے منع نہیں ہے لیکن خرید و فروخت ہی کو اہمیت دے دینا اور فرائض حج کو فراموش کر دینا یہ تو درست نہیں جنہیں حج کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے وہ عجیب لوگ ہوتے ہیں۔

میں عرفات میں تھا منٰی میں تھے ہم عرفات سے واپس آ گئے تھے۔ قربانیاں ہو رہی تھیں' ایک پٹھان مولوی صاحب تھے جو کراچی میں کہیں کسی مسجد کے خطیب تھے سال بھر بچاتے رہتے اگر سرمایہ بن جاتا تو حج پہ چلے جاتے تو میں اُن کے پاس اکثر بیٹھا رہتا تھا اچھے آدمی تھے' اچھی باتیں ہوتی تھیں' میں گیا تو پیسے گِن رہے تھے حضرت کیا بات ہے؟ کیا گِن رہے ہیں؟ فرمانے لگے یار میں گِن رہا ہوں کہ میرے پاس کتنے پیسے ہیں واپسی کا خرچ بھی ہے کچھ دن ابھی رہنا بھی ہے اُس کا حساب کر رہا ہوں تو میرے پاس کچھ پیسے بچتے ہیں میرے خرچ سے زائد ہیں تو میں نے کہا پھر آپ ان کا کیا کریں گے کہنے لگے ایک بکرا اور کاٹوں گا انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں ان کا سونا خرید لوں گا۔ یا ان کا کمبل خرید لوں گا کہنے لگے ابھی تو منٰی

میں ہیں قربانیاں کر رہے ہیں ایک بکرا اور کاٹوں گا میرے پاس اتنے پیسے بچتے ہیں یعنی ایک قربانی اور کروں گا اُس بندے کو اندازہ ہے کہ وہ کہاں بیٹھا ہے اُسے اندازہ ہے کہ میں منوں سونا بھی لے جاؤں لیکن یہاں جہاں اسمٰعیل ذبیح اللہ کی قربانی ہوئی تھی یہاں اگر ایک بکرا اور ذبح کر دوں تو شاید مجھے کیا کچھ آخرت میں مل جائے گا۔ اب جو بندہ یہ سوچ رکھتا ہے اُسے کیا بہکائے گا کوئی کیا بے حیائی اُسے دکھائے گا۔

لیکن ہماری سوچ اگر مکہ مکرمہ پہنچ کر بھی دنیا ہی کی ہو تو آپ دیکھ لیجئے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دو تہائی آبادی حاجی ہے لیکن کسی پر اعتبار کرنے کو دل نہیں کرتا۔ علماء کرام کے ساتھ کتنے لوگ ہیں' پیران عظام کے ساتھ کتنے لوگ ہیں' اگر مریدین ہی کی اصلاح ہو جاتی تو کتنا حصہ ملک کا سدھر چکا ہوتا۔ ہم روز نفاذِ اسلام کا شور کرتے ہیں۔

یاد رکھیں حکومتیں معاشرہ نہیں بناتیں معاشرہ حکومتیں بناتا ہے۔ اگر معاشرے میں اسلام نہیں ہوگا تو آپ پر کبھی اسلام نافذ نہیں ہو سکے گا۔ کوشش کرنا الگ بات ہے اگر کوئی خلوص سے کوشش کرتا ہے تو اُسے خلوص سے کوشش کرنے کا اجر ملے گا لیکن نفاذِ اسلام کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ معاشرہ اسلامی ہو جائے۔

جب وصال نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت کی بات آئی بڑے بڑے مجاہد بڑے بڑے اکابر بڑے بڑے جرنیل' بڑے بڑے عالم' بڑے بڑے فقیہہ' مفسر' محدث' موجود تھے صحابہ کبار میں معیار کیا تھا؟ ابوبکر صدیقؓ کو کیوں چنا گیا؟ جب سقیفہ بنی سعد میں اکابرین کی محفل ہوئی کہ حضور ﷺ کے بعد کون جانشین ہوگا؟ کس کو خلیفۃ الرسول ﷺ بنایا جائے؟ تو معیار یہ بنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آخری نمازیں جب آپ ﷺ امامت نہیں فرما سکتے تھے تو اپنی جگہ مصلے پر ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر دیا اگر دین میں حضور ﷺ کا قائم مقام ابوبکرؓ ہے تو دنیا میں کون دوسرا ہے جو قائم مقام ہو سکتا ہے اس بات پر خلافت کی بیعت ابوبکر صدیقؓ کی گئی۔

معیار یہ نہیں تھا کہ ابوبکر صدیقؓ کے پاس پیسے کتنے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ تو سب کچھ لٹا چکے تھے ابوبکر صدیقؓ تو وہ بندہ تھا کہ جب ایک غزوے کے لئے مدینہ منورہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایثار کا حکم دیا چادر مبارک بچھا دی کہ جو جتنا دے سکتا ہے اِس پہ دو تو سیدنا فاروق اعظمؓ بہت سا سامان گھر کا اٹھا لائے اور نبی کریم ﷺ نے پوچھ لیا کہ عمرؓ کتنا لائے ہو۔ یا رسول اللہ ﷺ آدھا بچوں کے لئے چھوڑ دیا ہے اور آدھا جہاد کے لئے دے دیا ہے۔ ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے تو آپؓ نے کمبل پھاڑ کر گلے میں ڈالا ہوا تھا آدھا آگے آدھا پیچھے اور کانٹے پرو رکھے تھے سائیڈوں پر سلائی نہیں فرمائی تھی سوئی دھاگا بھی اِدھر لے آئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا ابوبکر صدیقؓ کتنا لائے ہو گھر میں کیا چھوڑا فرمایا اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ گھر میں ہے باقی جو کچھ تھا وہ میں یہاں لے آیا ہوں شاعر نے کہا تھا۔

پروانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

آپؓ کے پاس تو سرمایہ نہیں تھا' نئے کپڑے نہیں تھے' روزانہ کی روزی پھیری لگا کر کماتے تھے' سب کچھ دے چکے تھے' اور ایک آدھ تھان لے کر گلیوں میں پھر کر بیچا کرتے تھے اُس سے روزی کماتے تھے حتیٰ کہ خلیفۃ الرسول ﷺ بنا دیئے گئے تو پھیری لگانے سے باز نہیں آتے تھے اکابر صحابہ نے زبردستی روک دیا کہ اس طرح خلافت کا وقت ضائع ہوتا ہے۔ آپؓ بیت المال سے وظیفہ لیں اور خلافت کا کام کریں جو وقت آپؓ پھیری پہ لگاتے ہیں وہ وقت ضائع ہوتا ہے خلافت کا' تو آپؓ نے فرمایا پھر میرا وظیفہ اتنا ہی مقرر کرو جتنا میرا گھر کا خرچ ہے اور وہ بھی نقد نہیں ملتا تھا غلہ ملتا تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں مل جاتی تھیں۔ کپڑا مل جاتا تھا۔ اتنا جتنا ضروری کچھ عرصے بعد آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے بچوں کے لئے میٹھا حلوہ بنایا۔ آپؓ بڑے حیران ہوئے اور پوچھا کہ بی بی ہمارے گھر میں حلوہ؟ تو انہوں نے عرض کی کہ امیرالمومنین میں ایک ایک مٹھ غلے کی رکھتی رہی ہوں ایک مٹھ سے فرق کوئی نہیں پڑتا تو دو تین تین مہینے کے بعد اتنا غلہ جمع ہو گیا کہ اُس کا ہم نے کوئی گڑ چینی لے لیا اور حلوہ بنا لیا تو آپؓ نے فوراً حکم لکھا کہ جو راشن میرے گھر آتا ہے اُس میں سے ایک مٹھ گندم آئندہ کم بھیجا کرو اور جب وصال ہوا تو آپؓ نے حساب کرایا کہ آج تک بیت المال سے میں نے کیا لیا ہے سارے کا

ٹوٹل کرا کے فرمایا میری فلاں زمین جو ہے وہ اُس قیمت کی ہے میرے مرنے کے بعد وہ زمین بیچ کر بیت المال کے پیسے واپس جمع کرا دو۔ پُرانی چادر تھی وصیت فرمائی کہ میرا کفن اسی چادر سے بنایا جائے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ عنہا نے پوچھا کہ امیر المومنین کے لئے کوئی نیا کپڑا دستیاب نہیں ہوگا فرمایا قبر میں میں نئے کپڑے کو کیا کروں گا کسی زندہ آدمی کے کام آئے گا۔ میرے لئے یہ پُرانی چادر کافی ہے۔ دولت تو نہیں تھی صدیق اکبرؓ کے پاس کہ اُسے خلیفہ چُنا گیا۔ قرب رسول اللہ ﷺ تھا نیابت رسول ﷺ تھی۔

آج ہم نفاذِ اسلام کی باتیں کرتے ہیں جو بندہ داڑھی بھی رکھتا ہے نماز بھی پڑھتا ہے اسلام کا نام بھی لیتا ہے کیا وہ ایسا نہیں کہ شرابیوں' کبابیوں پر اُسے تھوڑی سی اہمیت دی جائے اس قابل بھی نہیں۔ ایک بندہ کہتا ہے میں اسلام نافذ کروں گا ضیاء الحق نے کہا کہ میں اسلام نافذ کروں گا لوگوں نے ووٹ دے دیے۔ اُس نے نافذ نہیں کیا لوگوں کو ووٹ دینے کا اجر ملے گا اور نہ کرنے کا حساب وہ خود دے گا پہنچ گیا نا اُس کی بارگاہ میں اللہ اُسے بھی معاف کرے ہمیں بھی معاف کرے لیکن حساب تو میں نے اور آپ نے نہیں لینا' اُس نے لینا ہے وہ ہمارا بھی لے گا جس نے خلوصِ نیت سے اس لئے ووٹ دیا تھا کہ اسلام نافذ ہوگا اُسے اُس کا اجر ملے گا۔ اور اگر اُس نے صرف اقتدار کے لئے لیا تھا اُس کے دل میں ہی نہیں تھا کہ کروں گا اُس کا اَجر اُسے ملے گا کہ یہ شاید اُس کے دل میں ہو اور وہ کر نہ سکا ہو یہ تو وہ جانتا ہے میں اور آپ جج نہیں ہیں لیکن خوشی اس بات کی ہے کہ کسی کو اسلام کے نام پر لوگوں نے ووٹ تو دیئے تھے۔ مگر معاشرے نے اُس کو دیے جس کے پاس پہلے اقتدار تھا۔ شاید وہ بھی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نہ ہوتا تو صرف اسلام کے نام پر ووٹ کوئی نہ دیتا چونکہ آج تو ہم اسلام کے نام پر نہیں دیتے۔ جبکہ اللہ نے اپنے بندوں کی نشانی یہ بتائی ہے کہ وہ تو بُرائی اور بے حیائی سے دور بھاگتے ہیں اور جاہلوں کی بات سننا گوارا نہیں کرتے۔ ہم اللہ سے نا اُمید ہے ہو کر انہی کو جنہیں اللہ جاہل قرار دے رہا ہے انہیں سے اپنی امیدیں وابستہ کر کے انہیں ووٹ دیتے ہیں اور جب ان کا کردار ہم پہ مسلط ہو جاتا ہے تو پھر چلانے لگتے ہیں' انصاف نہیں ہو رہا' سود بند نہیں کرتے' عدالتوں میں انصاف بکتا ہے' رشوت ہو رہی ہے۔

یہ ہماری دینی تصویر ہے جتنا ہم میں دین ہے یہ لوگ اُس کے مظہر ہیں جیسی ہماری دنیا ہے اُس کا مظہر ہمارے دینوی سیاسی جماعتوں کے لیڈر ہیں اور جتنا ہم میں دین ہے اُس کا ہمارے دینی سیاسی جماعتوں کے لیڈر ہیں گویا نہ ہم دنیا سے وفا کر رہے ہیں۔ نہ دین سے کر رہے ہیں۔

معاشرہ وہ تبدیل کرنے کی بات کرتا ہے جو پہلے خود کو تبدیل نہیں کرتا۔ جو اپنے آپ کو تبدیل نہیں کر سکتا اسے زیب ہی نہیں دیتا کہ وہ معاشرے کی تبدیلی کی بات کرے۔ قومیں افراد سے بنتی ہیں افراد کی اصلاح سے قوموں کی اصلاح ہو جاتی ہے کوشش کریں اللہ سے دعا بھی کریں اپنے نبی ﷺ کی محبت مانگیں اگر ایک ذرہ بھی نصیب ہو گیا تو ہدایت بھی نصیب ہو جائے گی آخرت بھی نصیب ہو جائے گی اور دنیا بھی سنور جائے گی اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے ایک ہی دروازہ ہے اور وہ ہے اتباعِ محمد ﷺ ۔ باقی جتنے دروازے بارگاہ الوہیت کو جاتے تھے وہ بند ہو چکے ہیں۔ یہ قیامت تک وا رہے گا نرے دعوے مسلمانی کے کام نہیں آئیں گے بندہ مومن کے جو اوصاف اللہ نے کتاب اللہ میں ارشاد فرمائے ہیں یہ اس لئے ہیں کہ انہیں اپنایا جائے۔ اللہ سے توبہ کیا کیجئے کم از کم ہر نماز کے ساتھ بیس بار استغفار پڑھ لیا کریں کہ پانچ نمازوں کے ساتھ ایک تسبیح تو ہو جائے۔ اگر درود شریف پڑھنے کی توفیق ہو تو رات دن چلتے پھرتے پڑھا کریں کہ اس سے عشقِ رسول ﷺ نصیب ہوتا ہے اور عشق رسول ﷺ مل جائے تو دو جہان مل جاتے ہیں۔ ہدایت نصیب ہو جاتی ہے۔ قرب الٰہی نصیب ہو جاتا ہے اللہ کریم ہمارے گناہ معاف فرمائے ہمیں اصلاح کی توفیق بخشے اور اس ملک کو نیک اور اللہ کے بندوں کی قیادت نصیب فرمائے کہ عام آدمی کو انصاف عدل نصیب ہو اور دین کی حکمرانی نصیب فرمائے۔

ضروری اطلاع

تمام ساتھیوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ میجر مظہر کو سیکرٹری نشر و اشاعت مقرر کیا گیا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

حالاتِ حاضرہ اور ہم

عبدالقدیر اعوان
امیر الاخوان صوبہ پنجاب

جب سے یہ دنیا آباد ہے ایک دستور رہا ہے کہ ہر دور میں کوئی نہ کوئی قوم اس جستجو میں رہی ہے کہ وہ باقی اقوام کو اپنے زیر اثر کرے اور ایک عظیم فاتح کہلائے۔ ہم اگر ماضی قریب کی مثالیں لیں تو انگریز کا دور فرانس، جرمنی اور وسط ایشیائی اقوام کی تاریخ اس بات کا ثبوت دیتی ہے کہ یہ قومیں اپنے اپنے وقت میں اس کوشش میں رہیں کہ دنیا پہ حکومت کریں اور یہ جہاں جہاں تک پہنچیں انسانیت سوز مثالیں رقم کرتی گئیں۔

ہم بحیثیت مسلمان اگر اپنی تاریخ دیکھیں کہ جب دنیا پہ ظلمت اپنی انتہا کو پہنچی تو اللہ پاک نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرما کر انسانیت پر احسانِ عظیم فرمایا۔ آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام نوعِ انسانی تک پہنچانے اور انسانوں کو انسانوں کے مظالم سے بچانے کے لئے جن کٹھن حالات کا سامنا کیا، ہم سب ان سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو جذبہ ایمان سے اس حد تک سرشار کر دیا کہ انہوں نے آگے بڑھ کر دنیا پہ چھائی ظلمت کو پاش پاش کر دیا۔ اور اللہ کی مخلوق کو نہ صرف ظالموں کے ظلم سے نجات دلائی بلکہ نورِ ایمان کی عظیم دولت کو بھی عام کیا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ آج دنیا کی آبادی تقریباً چھ ارب کے لگ بھگ ہے جس میں سے تقریباً دو ارب کے قریب مسلمان ہیں یعنی باقی چار ارب کی آبادی میں دوسرے تمام مذاہب کے پیروکار شامل ہیں۔ لیکن صد افسوس اس کے باوجود پوری دنیا میں ذلیل و خوار مسلمان ہی ہو رہے ہیں۔ گلہ دشمنوں سے نہیں اپنوں سے ہے کہ اس ذلت و رسوائی کا سبب بھی ہم ہی ہیں کہ ہم نے اپنی روش چھوڑ دی۔ مسلم ممالک کی صورتحال اگر دیکھی جائے تو اسوقت تقریباً ۵۲ کے قریب مسلمان ریاستیں روئے زمین پہ موجود ہیں مگر ایک بھی ریاست، ریاستِ مدینہ کی طرز پر نہیں۔

۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء میں جو کچھ امریکہ میں ہوا اس کا تمام تر الزام (بظاہر) اسامہ بن لادن اور القاعدہ پہ ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ خود سوچیے کہ ان عمارات میں پانچ ہزار کے قریب یہودی ملازم آخر اُسی ایک دن چھٹی پہ کیوں تھے؟ اور پھر امریکہ ایک ترقی یافتہ ملک ہے۔ کسی عام ملک میں کوئی جہاز اغواء ہو کر اپنے روٹ سے ہٹ جائے تو سیکورٹی کے عملہ کو علم ہو جاتا ہے اور وہاں پانچ جہاز اغواء ہوئے اور ٹاورز سے ٹکرانے تک کسی کو علم نہ ہو سکا۔ یہ اتفاق نہیں ہو سکتا۔ پھر پینٹا گون امریکہ کا حساس ترین ادارہ ہے جہاں آٹو میٹک راڈار سسٹم ہے جو اُن حدود میں داخل ہونے والے جہاز یا میزائل کی فوراً نشاندہی کرتا ہے اور حملہ سے پہلے ہی نصب شدہ آٹو میزائل سسٹم آن ہو کر اسے تباہ کر دیتا ہے اور اُس دن پینٹا گون سے جہاز ٹکرانے تک کسی کو علم ہی نہ ہو سکا۔ کیا یہ محض اتفاق تھا؟ ۱۱ستمبر سے پہلے القاعدہ کا نام نہ کسی نے سنا اور نہ ہی کوئی جانتا تھا جبکہ دیگر چھوٹی چھوٹی تنظیموں کے بارے دنیا بھر کے میڈیا پر باتیں ہوتی رہی ہیں اور C.I.A جو دنیا کے ہر ملک کی ناک پر بیٹھی ہے، اسکے بارے نہ جان سکی یہاں تک کہ وہ پوری دنیا میں منظم ہو گئی اور اس کے اکاؤنٹس کئی ملین ڈالر تک پہنچ گئے۔ اِس طرح کی کئی اور مثالیں ہیں جنہیں ہم "محض اتفاق" نہیں کہہ سکتے یہ جو کچھ بھی ہوا حقیقت میں بُنا جانے والا ایک جال ہے۔ جس میں مسلمانوں کو پھنسایا جا رہا ہے۔ اور اب تو جسے چاہا اُسے القاعدہ کا فرضی رکن بنا کر اٹھا لیا جاتا ہے۔ یہ باتیں ڈھکی چھپی نہیں ہیں اور پوری دنیا جانتی ہے کہ یہ سب سینہ زوری کے سوا کچھ بھی نہیں گویا جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔

مسلمان ریاستیں تیل کے ذخائر سے مالا مال ہیں اور افغانستان میں تو ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی گئی۔ ایک تو مسلم ریاست

www.naqshbandiaowaisiah.com

کا خاتمہ اور دوسرا تیل کے ذخائر پہ قبضہ اور اب امریکہ ایک مرتبہ پھر ایک تیر سے دو شکار کرنے چلا ہے کہ سعودی عرب جو مسلم امہ کیلئے مرکزیت کی حیثیت رکھتا ہے اور تیل و سونا کے ذخائر سے مالا مال ہے کو براہ راست چھیڑنا محال تھا کہ وہ امریکہ کو تیل کی ۷۰ فیصد سپلائی کرتا ہے لہذا پہلے عراق کہ جہاں تیل کے ذخائر ہیں، پر قبضہ کیا جائے تا کہ تیل کی سپلائی میں رکاوٹ نہ آئے اور اسکے ساتھ ساتھ اسرائیل کیلئے خطرہ کم کیا جائے اور اُسے وسعت دی جائے۔ یوں کہ عرب ممالک کے حصے کاٹ کر دا ''گریٹ اسرائیل'' بنایا جائے۔ یعنی تیل کے ذخائر پہ قبضہ اور اسرائیل کو سپر پاور بناتے ہوئے اسکی وسعت۔ تمام مسلمان ممالک میں پاکستان وہ واحد ملک ہے کہ جس کے پاس ایٹمی طاقت ہے اور چونکہ دوسرے تمام مسلم ممالک کی نسبت پاکستان میں اسلام پر عمل کرنے والوں اور اسلام کے نام پر جان دینے والوں کی تعداد زیادہ ہے لہذا امریکہ اور اُسکے اتحادی اسے دگرگوں حالت میں بھی اپنے لئے خطرہ تصور کرتے ہیں اور انہیں یہاں بھی ایک تیر چلانا ہے اور پھر کوشش دو شکار کرنے کی ہی ہوگی ایک تو نعوذ باللہ پاکستان کی تباہی اور دوسرا کشمیر میں اپنا اڈا بنا کر جاپان سے روس تک کا کنٹرول۔

کچھ دن پہلے کسی اخبار میں آرموکیڈ جنگ کا نام پڑھا۔ تجسس ہوا کہ یہ کیا ہے؟ تفصیل پڑھنے پر معلوم ہوا کہ یہودی علماء نے پیش گوئی کی تھی کہ اس نام سے ایک جنگ ہوگی جس کے بعد دنیا میں یہودی فاتح ہوں گے اور ان کے ساتھ عیسائیوں کا ایک فرقہ بھی شامل ہوگا۔ اس بارے امریکہ کے صدر بش نے بھی بیان دیا ہے کہ اب اُس جنگ کا وقت آ گیا ہے۔

دنیا کے حالات اگر دیکھے جائیں تو کفر اور اسلام کی ایک بہت بڑی جنگ کے حالات بنتے نظر آتے ہیں۔ یعنی غزوۃ الہند کا وقت نزدیک لگتا ہے جس کے بارے میں حدیث پاک ہے کہ تین لشکر بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ ایک وہ جو بدر میں شریک ہوئے دوسرے وہ جنہوں نے قسطنطنیہ فتح کیا اور تیسرے وہ جو غزوۃ الہند میں شریک ہوں گے۔

اب غزوہ اُس جنگ کو کہا جاتا ہے جس میں آپ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے۔ جس جنگ میں کسی کو آپ ﷺ نے اپنی جگہ مقرر کر کے بھیجا اُسے سریہ کہتے ہیں۔ یہاں جو آپ ﷺ نے لفظ غزوۃ الہند استعمال فرمایا اس کے بارے محدثین وعلماء فرماتے ہیں کہ اس جنگ میں آپ ﷺ کی توجہ اتنی زیادہ ہوگی گویا آپ ﷺ بنفس نفیس شریک ہیں۔

ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے وقت یہ دیکھنے کا ہے کہ ہم (میں اور آپ) کہاں کھڑے ہیں؟۔ کیا ہم کلمہ طیبہ پر حقیقتاً دل کی گہرائیوں سے یقین رکھتے اور ایمان لائے ہوئے ہیں؟ اور کیا ہم کلمہ حق بلند کرنے کی خواہش وجرات رکھتے ہیں؟ اور اگر ہم اپنے اندر کوئی کمزوری پاتے ہیں تو آیئے اُسے دور کریں کہ اسلام ہمارا محتاج نہیں۔

اس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت ترک تعلق کرنے والوں تم تنہا رہ جاؤ گے

اللہ قادر ہے۔ بے عمل مسلمانوں کو سزا دینے کے بعد تاتاریوں کو خود اسلام کے خادم بنا دیتا ہے۔ اُسے بندوں کی کیا کمی! وہ چاہے تو مُردوں سے مسیحائی کا کام لے لے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی ساری زندگی اسی کام میں لگی کہ لوگوں کو اللہ اللہ سکھا کر باعمل مسلمان بنایا جائے اور اب حضرت مدظلہ عالی کو پچاس سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے اس سعی میں کہ راہِ حق کے مجاہد تیار ہوں۔ مشائخ نے تو اپنی ڈیوٹی اپنے اپنے وقت میں انتہائی احسن طریقے سے دی۔

اللہ کریم نے ہم پر اتنا بڑا احسان کیا کہ پندرہ صدیوں بعد بھی بارگاہِ نبوی تک رسائی دی اب یہ ہمارا فرض ہے کہ اسلام کی خاطر کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

آج ہمیں خود کو پرکھنا ہے کہ راہ حق میں ہم کیا قربان کر سکتے ہیں؟ اللہ کو اپنی مخلوق انتہائی پیاری ہے۔ کیا ہم مخلوق خدا کو انصاف دلانے کا سبب بن سکتے ہیں یا نہیں؟ آیئے آج اپنا اپنا مواخذہ کریں کہ ہمیں کیا کرنا ہے؟ اور ہم کیا کر رہے ہیں؟ اور اگر آج ہم خدانخواستہ غلبہ اسلام کیلئے کچھ نہیں کر سکتے تو میرے خیال میں روز حساب ہمارے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ ہوگا کہ۔

''ہم نے مراقبات ومنازل تو حاصل کیے مگر اللہ کی مخلوق کے لئے کیا کیا؟''

آیئے! مل کر دعا کریں کہ

یا بار الٰہی ہمیں غزوۃ الہند کا مجاہد بنا اور ہمیں ایمان کامل سے نوازے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

زکوٰۃ

تحریر۔ آسیہ اعوان
راولپنڈی

زکوٰۃ زکا سے مشتق ہے یعنی ''پاک کرنا'' یہ اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے اس سے مراد اپنے جمع شدہ مال پہ سال بھر بعد مقررہ نصاب کے مطابق کچھ مال صدقہ کرنا۔ گویا نماز وروزہ کے بعد جوکہ بدنی عبادات تھیں اب مالی عبادت کا حکم ہو رہا ہے۔ اللہ کی ذات اپنے بندوں کو جو اس کا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ہر طرح سے آزماتی ہے کہ تم نے میری رضا کیلئے اپنا وقت' طاقت اور ہمت تو خرچ کی۔ کیا اب اپنے خون پسینے کی کمائی کو بھی خرچ کرنے کی جرات رکھتے ہو؟ وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ میری محبت کے سامنے سب ہیچ ہے کسی بھی شے کی کوئی اہمیت نہیں۔

جب وہ یہ فرماتا ہے ''خُذْ مِنْ اَمْوٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا ''ان کے مال سے زکوٰۃ لیں تاکہ اللہ ان کو پاک وصاف کردے'' صرف مال پاک نہیں ہوتا بلکہ اس کی برکت سے دل بھی پاک ہوتے ہیں مال کی محبت سے اور غیر اللہ کی محبت سے اور اس کی جگہ اللہ کی محبت لے لیتی ہے۔ اور اس میں خلوص اور زیادتی آجاتی ہے۔

جب سورج اپنی آب وتاب دکھاتا ہے تو اس کی روشنی تو سارے جہاں کو نظر آتی ہے مگر اس کے نور کا اثر' اس کی حدت کسی کو نظر نہیں آتی۔ پھر بھی اس کی موجودگی سے انکار ممکن نہیں اس لئے کہ حدت ہر ایک کو محسوس ہو جاتی ہے۔ ہر چیز پہ اثر پذیر ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح ہم اللہ کے احکام کی تمام تر حکمتیں نہیں سمجھ سکتے ہمیں سامنے ایک حکم تو نظر آتا ہے لیکن اس کی تعمیل سے کہاں کہاں کیا کیا اثر واقع ہوگا۔ اس کیلئے دوربین نظر چاہئے اور ہمارے پاس تو تعمیل حکم کی فرصت نہیں اس کے پیچھے کارفرما حکمتوں کو کیا دیکھیں گے پھر بھی یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ کے ہر حکم کی یہ خاصیت ہے وہ نہ صرف جہاں تاب ہوتا ہے بلکہ بہت دوررس اثرات وکیفیات کا بھی حامل ہوتا ہے۔ ہر حکم کی ایک لازمی خاصیت تو یہ ہے کہ وہ بندے کو اپنے رب سے مزید قریب کر دیتا ہے اور یہی مقصودِ اصلی ہے۔

اپنی جان کے بعد انسان کی گھٹی میں ہے کہ وہ اپنے مال سے محبت رکھتا ہے اسے اپنی زندگی کا اثاثہ اور اپنے اچھے کل کی ضمانت سمجھتا ہے۔ اللہ کریم نے اس چیز سے منع بھی نہیں فرمایا بلکہ وہ تو خود یہ کہتا ہے کہ میں نے جو کچھ بنایا ہے تمہارے برتنے کو ہے زمین میں پھیل جاؤ اور حلال ذرائع سے اپنا رزق کماؤ لیکن وہ یہ نہیں چاہتا کہ روزی کمانے اور مال جمع کرنے کو مطمع حیات بنالیا جائے۔ اس لئے اس کا حکم ہے حلال ذرائع سے جو بھی مال کماؤ۔ اگر وہ تمہاری ضرورت سے زائد ہو جائے ایک مدت پڑے رہنے پہ بھی اس کے استعمال کی نوبت نہ آئے۔ تو اس پہ سانپ بن کر بیٹھ مت رہو بلکہ اُسے ان فقراء کو دے دو جو نانِ شبینہ کے لئے بھی ترس رہے ہیں کہ پڑے پڑے مال تو زیادہ نہیں ہوگا۔ الٹا تمہارے دلوں کو زنگ لگا دے گا دل میں حرص ولالچ اور بخل جیسی بیماریاں در آئیں گی۔ اس لئے میرا دیا ہوا مال میری ہی راہ میں خرچ کر ڈالو۔ تاکہ وہ بابرکت ہو جائے پاک ہو جائے ساتھ ہی تمہارے دل بھی پاک وصاف ہو جائیں اور تم زندگی کا مقصودِ اصلی نہ بھلا بیٹھو۔ وہی مال جو مالکِ حقیقی سے دوری کا سبب بن سکتا ہے تم اُس کو اُس تک پہنچنے کیلئے بطور سیڑھی استعمال کرو۔ کہ انسان کی اصل دولت مال کی زیادتی کے باوجود توکل الی اللہ اور کم ہونے پہ قناعت ہے۔ جس کے پاس یہ دو چیزیں ہیں اُسے پھر کسی بات کا ڈر نہیں ورنہ امارت بھی اور غربت بھی دونوں اللہ کی طرف سے آزمائش ہیں کسی کو وہ مال دے کر آزماتا ہے کہ یہ اپنے مال ودولت اور ذرائع واسباب پہ تکیہ کرتا ہے یا

مجھ پہ توکل اور کسی کو کم دے کر یا اُس سے مال واپس لے کر آزماتا ہے۔ کہ یہ میری رحمت سے مایوس تو نہیں ہو جاتا۔

ایک ہم ہیں کہ ہمارا ظرف بہت تھوڑا ہے زیادہ ہو تو ہم پھول کر پھٹنے لگتے ہیں (یہ بھول کر کہ منعم حقیقی کوئی اور ہے) اور کم ہو تو ٹوٹ کر بکھرنے لگتے ہیں۔ یہ بھول کر کہ پیدا کرنے والے نے ہر ایک کے حصے کا رزق بھی پیدا فرمایا ہے۔ اور ایک وہ ہے ایسا کریم کہ ہمیں اپنے جیسا دیکھنا چاہتا ہے وہ فرماتا ہے کہ میں نے انسان کو اپنی طرز پہ پیدا کیا ہے۔ دوسروں کی کفالت کی دعوت دے کر وہ ہمیں اپنی صفت ربوبیت سے حصہ دینا چاہتا ہے کہیں ہمیں زکوٰۃ وصدقات کی ترغیب دیتا ہے اور کہیں خیرات وانفاق فی سبیل اللہ پہ اکساتا ہے۔

ہم واقعی اس کے حکموں کی حکمتیں نہیں سمجھ سکتے۔ نیز وہ غرباء کی کفالت کو اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔ اسے انفاق فی سبیل اللہ کہتا ہے گویا غرباء کو دینا اللہ کو دینا ہے۔ اُس کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں دیا اور وہ بھی جو اپنی ضرورت سے زائد ہے۔ مزید یہ کہ اس پہ کئی گنا اجر کا وعدہ فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ o وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ o

"ان کی مثال جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایک دانہ کی مثال ہے جو سات بالیں اُگائے اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ وہ جس کو چاہتا ہے کئی گنا کر دیتا ہے اور اللہ بہت دینے والا جاننے والا ہے"

اس کی شانِ کریمی اپنی جگہ اور ہماری کم ظرفی اپنی جگہ، اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے اس لئے وہ ہمیں خود ہی آداب بھی سکھاتا ہے۔ وہ کہتا ہے اپنی خیرات کو احسان جتا کر تکلیف دے کر باطل مت کرو۔ بلکہ اللہ کی راہ میں یوں دو کہ دائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ بائیں نے کیا دیا۔

پھر وہ یہ بھی سکھاتا ہے کہ ردی مال مت خرچ کرو۔ بلکہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ "ہرگز نہ نیکی کما سکو گے جب تک وہ شے نہ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو"

یہ بھی مت سمجھنا کہ حرام مال سے زکوٰۃ دو گے تو وہ پاک وصاف ہو جائے گا۔ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا

"اللہ خود پاک ہے اور وہ قبول نہیں کرتا مگر پاک مال سے" پھر ہر دو صورتوں میں اللہ کو ہمیشہ میانہ روی پسند ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔"" نہ تو اپنے ہاتھ (بخل کے سبب) اپنی گردنوں سے باندھ کر رکھو اور نہ حد سے زیادہ کھول دو کہ پھر خود ملامت زدہ، درماندہ ہو کر بیٹھ رہو" اور دوسروں کی خیرات کے محتاج ہو جاؤ۔

اس کی باتیں کس قدر جامع اور زیرک ہیں۔ نہ وہ کسی پہلو کو تشنہ چھوڑتا ہے نہ نظر انداز کرتا ہے اب یہ ہم پہ ہے کہ اس کی تعلیمات کو کہاں تک سمجھتے اور عمل کرتے ہیں۔ وہ ہمیں مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے کہ ایک ایک پائی کس طرح کمانا اور کہاں کہاں خرچ کرنا ہے۔ پہلے کس کا حق ہے اور بعد میں کس کا اور پھر جو ضرورت سے بچ رہے اس کے کیا کیا مصارف ہیں۔ رشتہ دار ہمسائے اور غرباء میں درجہ بندی کی گئی ہے پھر مساکین، عاملین، غلام، مقروض اور مسافر کو رکھا گیا ہے اور اس کے علاوہ اللہ کی راہ میں جہاں بھی جس طرح سے خرچ کرنے کی ضرورت ہو خرچ کرے مثلاً جہاد وغیرہ۔

زکوٰۃ اسلام کا اس قدر اہم رکن ہے کہ منکرین زکوٰۃ کے خلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ نے علم جہاد بلند فرمایا اور اللہ کی ایسے لوگوں کیلئے وعید موجود ہے۔ فرمایا۔

اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ o حضور نے فرمایا "جس شخص کے پاس مال ہے اور اس نے اس کی زکوٰۃ نہ نکالی تو قیامت کے دن اس کو ایک گنجے سانپ کی شکل دی جائے گی جس کے منہ میں زہر کی دو تھیلیاں ہوں گی اور وہ آدمی کی تلاش میں نکلے گا یہاں تک کہ اس پہ قابو پا لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں" زکوٰۃ کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں نماز کا حکم آیا ہے ساتھ ہی زکوٰۃ کا حکم

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے۔ مثلاً اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ o

واقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ لھم اجرھم عند ربھم o

یقیمون الصلاۃ و یؤتون الزکوٰۃ

ویقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنھم ینفقون

اس لئے کہ اللہ کے نزدیک صرف اپنی اصلاح کر لینا کافی نہیں کہ بندہ نیک و پرہیز گار ہو جائے وہ نماز قائم کرنے کا حکم دیتا ہے وہ محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں کھڑا دیکھنے کا خواہاں ہے دوسروں کو گناہ و ذلت کی زندگی میں غرق ہونے سے بچانے کیلئے کبھی درس و وعظ کی ضرورت ہوتی تو کبھی تالیف قلوب کی۔ اس لئے کہ وعظ و نصیحت کیلئے غریب کو فرصت ہی تب ملے گی جب اسے افلاس اور ذلت کی زندگی سے نجات ملے گی۔ کہ کبھی اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کیلئے اور کبھی بھوک سے بلکتی ہوئی اولاد کو نہ دیکھ سکتے ہوتے مجبوری میں وہ ایسے ایسے گناہ کر جاتا ہے جو عام حالات میں وہ کبھی سوچتا بھی نہیں۔ اور پھر چوری، ڈاکے، قتل و غارت گری اور کئی دیگر اخلاقی بیماریاں معاشرے کا روگ بن جاتی ہیں۔

نیز اللہ کریم اپنا حق چاہے تو سو بار معاف کر دے لیکن وہ اپنی مخلوق کے لئے شفقت و محبت کا خواہاں ہے وہ کبھی حقوق العباد کو معاف نہیں کرتا۔ وہ اپنے بندے سے سوال کرے گا میں تیری عبادات کا کیا کروں کہ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ حیران ہوگا یا پروردگار! تو تو ان احتیاجوں سے پاک ہے تو وہ فرمائے گا میرا فلاں فلاں بندہ اس اس حال میں تھا اور تو اپنے ہی حال میں مگن رہا۔ تو نے اس کی خبر نہ لی۔ میرے بندے کے ساتھ زیادتی ایسے ہی ہے جیسے تو نے میرے ساتھ زیادتی کی۔ اسی طرح وہ زکوٰۃ و صدقات کو بھی اپنی طرف منسوب کرتا ہے کہ غرباء کو دینا گویا اللہ کو دینا ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کی اہمیت کس قدر ہے اور حضور ﷺ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ

”صدقہ دو چاہے وہ آدھی کھجور ہی کیوں نہ ہو“۔

نیز ”مسکراہٹ بھی صدقہ ہے“۔

اللہ کریم ہمیں صحیح سمجھ اور درست عمل کی توفیق دے۔ آمین

صاحبِ مجاز حضرات متوجہ ہوں

نئے خوبصورت سند خلافت پرنٹ ہو کر دار العرفان منارہ پہنچ گئے ہیں۔ تمام صاحبِ مجاز اپنے پرانے سند خلافت جمع کروا کر نئے سند خلافت حضرت جی کے دستِ مبارک سے دستخط شدہ وصول کریں۔

طریقہ ذکر

فرمایا۔ سلسلہ عالیہ کا جو طریقہ ذکر ہے اس میں قلبی طور پر ذکر کیا جاتا ہے سانس تیزی سے لینے کا یا وجود کی حرکت کا یا دماغی سوچ کا اپنا اپنا اس میں کردار ہے۔ ہر سانس میں یہ سوچا جاتا ہے کہ اندر جانے والا سانس اپنے ساتھ لفظ اللہ کو دل کی گہرائی تک لے جا رہا ہے جب باہر خارج ہوا ہے تو ھو کی چوٹ لطیفہ قلب پر پڑتی ہے یا اس کے بعد دوسرے تیسرے، چوتھے لطائف پر اس میں تسلسل شرط ہے کہ سانس نہ ٹوٹنے پائے۔ آدمی بات نہ کرے، زبان بند ہو، آنکھیں بند ہوں تو مسلسل ذکر سے جو حدت اور روشنی پیدا ہوتی ہے جب دوسرے لطیفے پہ جاتا ہے تو اس گرمی کو اس روشنی کو ساتھ لے کر جاتا ہے وہاں پر ذکر کرنے سے اس میں مزید قوت پیدا ہوتی ہے تو اسے ساتھ لے کر جاتا ہے وہاں پر ذکر کرنے سے اس میں مزید قوت پیدا ہوتی ہے تو اسے ساتھ لے کر تیسرے لطیفے پہ لے جاتا ہے، اسی طرح چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں لطیفے پر اندر جانے والا، سانس اپنے ساتھ اللہ کو ساتھ لے کر جاتا ہے لیکن جب وہ خارج ہوتا ہے تو بدن کے ہر ریشے سے ھو نکلتی ہے اور پورے بدن کا شعلہ بن جاتا ہے۔ ساتوں لطائف پہ ذکر کرنے کے بعد پھر اس ساری قوت کو پہلے لطیفے قلب پر واپس لایا جاتا ہے جو قلب سے شروع ہو کر دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا، ساتواں لطیفہ کرنے تک سات گنا بڑھ چکی تھی اس ساری گرمی کو، روشنی کو، پھر قلب پہ لایا جاتا ہے اور مراقبے کی ابتداء یہ ہوتی ہے کہ تیزی سے سانس لینا چھوڑ کر یہ خیال کیا جائے، اس طرف توجہ کی جائے کہ جو حدت اور جو گرمی ذکر الٰہی سے پیدا ہوئی تھی اس نے اسی خاکی وجود کو جلا دیا۔ یہ مٹی کا ایک ڈھیر تھا جل کر خاک سیاہ ہوا اور صرف اور صرف قلب میں حیات رہ گئی جس کی دھڑکن میں اس سے لفظ اللہ اٹھتا ہے اور ھو کی ٹکر جا کر عرش عظیم سے لگتی ہے۔ قلب پہ یہ خیال کیا جاتا ہے، یہ مراقبہ کیا جاتا ہے تو قلب کے انوار جمع ہو کر اس ھو کے ساتھ یا آدمی کے اس سوچ و فکر کے ساتھ جب وہ عرش کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو قلب سے وہ روشنی بلند ہونا شروع ہو جاتی ہے جو بڑھتے بڑھتے عرش عظیم تک پہنچ جاتی ہے۔ قلب سے اللہ اور ھو عرش عظیم تک سفید اور روشن انوارات کی ایک سڑک سی بن جاتی ہے، راستہ بن جاتا ہے، سیڑھی بن جاتی ہے۔ اسے اصطلاح میں رابطہ کہتے ہیں۔ ساتوں لطائف کرنے کے بعد جو مراقبہ کیا جاتا ہے تو اس کی غرض یہی رابطہ استوار کرنا ہوتا ہے۔ جب قلب کا رابطہ عرش عظیم سے ہو جائے تو پھر توجہ دی جاتی ہے کہ روح اس رابطے میں سفر کرے اور احدیث تک پہنچے۔ احدیث عرش عظیم کا دروازہ ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

"راہ نوردِ شوق" کا مسافر

تحریر و جستجو۔ صفدر شاہد

مولانا اکرم اعوان وطن عزیز کی ایک نامور صاحب فکر، صاحب دل، اہل نظر علمی وادبی ودینی وروحانی شخصیت کے طور پر کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کے بارے میں جناب احمد ندیم قاسمی کا یہ مشہور شعر خوب صادق آتا ہے

میں تیرا نام نہ لوں پھر بھی لوگ پہچانیں
کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

ان کی باغ و بہار شخصیت اور گلدستہ ء صدافکار سے مزین بات چیت ملنے والے کو مسحور وشادکام کر دیتی ہے اور آدمی پھر ملنے کی جستجو وتمنا میں سرگرداں رہتا ہے ان کی عہد آفرین تعلیمی واعلیٰ انسانی خدمات وصفات اور ممکنات شش جہات کا ایک زمانہ معترف ومداح ہے ضلع چکوال کے دور افتادہ پہاڑی علاقے "ونہار" (جسے بابر شاہ نے "ایں بچہء کشمیر است" کا خطاب دیا تھا) کے سرحدی گاؤں منارہ میں رہ کر انہوں نے علم وعرفان اور روزن میزان کا "ھرن مینار" (دارالعرفان) بلند کر رکھا ہے اور ایک ایسا چراغ سحری روشن وتاباں کئے ہوئے ہیں کہ جس کی لو سے چارسُو اُجالا، مثلِ ہمالہ ہے فکر وخیال، جلال وجمال اور رنگ ونُور میں بچی یہ کہکشاں دیکھ کر آدمی ورطہء حیرت میں ڈوب جاتا ہے اور خودی میں ڈوب کر رازِ زندگانی پانے کی تڑپ سے سرشار ہو جاتا ہے۔

خودی میں ڈوب کر پا جا سُراغِ زندگی
کہ یہ گوہر نہیں ملتا شاہوں کے خزینوں میں

اُجلی سوچوں، روشن جذبوں اور سیماب صفت اس سحر انگیز ہستی وبستی کے افکار، غنچہ آبشار، مانند بحر بیکراں، واقف دوراں اور سینہ صد افلاک، لہر در لہر، موج در موج رُشد ورہنمائی، کمالِ یکتائی اور کسب کشور کشائی کا ساماں پیدا کر رہے ہیں۔ ان کی اردو اور پنجابی شاعری دلوں کے تار چھیڑتی اور انسان کے چودہ طبق روشن کرتی ہے اور پڑھنے والا زندگی کے اسرار ورموز، ذات کائنات کے رازہائے دروں اور سازہائے نگوں کی جستجو وتلاش میں محو ہو جاتا ہے اور یہی وہ نقطہء مرتکز ہے جو مجھے مولانا صاحب کے قریب لے گیا اور میں نے منارہ جانے کیلئے رخت سفر باندھا اور دامن دل میں فکر وخیال اور ذوق جمال کے موتی بھر کر لوٹ آیا میرے خیال میں علم وحکمت اور دانش وبینش کے یہ گہرہائے نایاب وکمیاب زندگی کو حسین اور ذومعنی انداز میں گزارنے کیلئے جادہ راہ کی مانند ہیں جو کہ پالینا آج کے اس مادی دور میں بڑی غنیمت ہے۔

مولانا صاحب کو ان کے عقیدت مند اور احباب ذی صفا ودلکشا احترام سے "حضرت جی" کہتے ہیں لہٰذا مجھ پر بھی یہ لازم ہے کہ میں ان کو اسی القاب سے پکاروں کیونکہ میرا ان کے ساتھ "احترام" اور مئودت کا رشتہ انس قائم ودائم ہو گیا ہے ایک مدت سے میں جس گہر بار کی تلاش میں تھا اب وہ میری نظروں کے سامنے ہے۔

تشنہ لب سیراب ہوتے ہیں جہاں
فیض کا تیرے سمندر بیکراں
بھول جاؤں گا جو ہوا اب تک
کر لو مجھ پر بھی ایک نظر کر لو

"حضرت جی" بلاشبہ علم وحکمت، علمیت وفضیلت، بصارت وبصیرت، سیرت وصورت، حُسن عمل، مثلِ جبل، عظمتِ کردار اور رفعتِ افکار کا ایک ایسا منفرد وبھرپور "انسائیکلوپیڈیا" ہیں جس کو پڑھنے کے لئے نگاہ بلند، سخن دلنواز اور جان پُر سوز کی ضرورت ہے کیونکہ آپ قہاری وغفاری وقدوسی وجبروت کی عمدہ تصویر ہیں اور صحیح معنوں میں مردِ مجاہد عاشقِ رسول ﷺ اور سچے اور کھرے مسلمان ہیں۔

قہاری وغفاری وقدوسی وجبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلماں

''حضرت جی بے پناہ قوتِ ارادی، صورتِ فولادی اور جذبہ ء جہادی سے سرشار و بے قرار ہیں۔ وہ رب کی دھرتی پر رب کے نظام کے نفاذ کے داعی وراہی ہیں انہوں نے زندگی میں بے شمار و بے کنار نشیب وفراز دیکھے لیکن ہر گام پر ثابت قدم و بامراد رہے ان کی زندگی کو بدلنے اور اسے روحانی طور پر چار چاند لگانے میں ان کے مرشدِ باصفا اعلیٰ حضرت مولانا اللہ یار خانؒ آف چکڑالہ ضلع میانوالی کی نظر فیض کا بڑا ہاتھ ہے جن کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ آبدیدہ و نم دیدہ اور مثل سپیدہ ہو جاتے ہیں یہ منظر بڑا دلنواز اور دیکھنے والا ہوتا ہے ''حضرت جی'' مقبولیت اور محبوبیت کی ایسی اعلیٰ منازل پر فائز ہیں کہ انہیں دیکھ کر رشک آتا ہے اس منزل مراد اور گوہر صد بار کو پانے اور لوگوں کے دلوں میں مرکز مہر و وفا بنانے میں ''حضرت جی'' نے اپنی ساری زندگی گزار دی تب کہیں جا کر گوہرِ مراد ہاتھ آیا اور وہ ''تنظیم الاخوان پاکستان'' کے امیر اور ''سلسلہ ء اویسیہ نقشبندیہ'' کے رہبر قرار پائے آپ کے دست مبارک پر بے شمار لوگوں نے دین اسلام کی سربلندی اور اس کے تحفظ کے لئے مرمٹنے کی بیعت کر رکھی ہے۔

مولانا اکرم اعوان کی شخصیت کی کئی پرتیں اور جہتیں ہیں بطور معلم، بطور خطیب، بطور طبیب، بطور شاعر، بطور ادیب، بطور مبلغ اور بحیثیت امیر وہ ہر روپ سروپ میں بھلے لگتے ہیں ان کی گفتگو میں اتنی علمیت وجاذبیت اور حرارت وحلاوت ہوتی ہے کہ انسانی دل ودماغ میں ایک ہلچل اور جل تھل سی مچ جاتی ہے۔

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل وپاکباز

وطن عزیز کی معروف افسانہ نگار اور خوبصورت طرز احساس کی شاعرہ محترمہ بشریٰ اعجاز اس لحاظ سے خوش نصیب ہیں کہ انہوں نے مولانا اکرم اعوان کی سیماب صفت شخصیت اور روحانیت کے انوار سے معمور پیکر ہستی کو پرکھا اور اسے بڑی عقیدت اور محبت وخلوص سے ''راہ نورد شوق'' کے روپ میں کتابی شکل دے کر طالبان راہ سلوک کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا اپنی ضخامت اور جامعیت کے اعتبار سے یہ کتاب علمی وادبی حلقوں میں خاصی پذیرائی حاصل کر رہی ہے اور تقریباً 965 صفحات پر محیط اس دستاویز کو پڑھنے کیلئے دیدہ بینا کی ضرورت ہے جس میں ان کی زندگی کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

عقل ودل ونگاہ کا مرشدِ اولین ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع دیں، تبکدہ ء تصورات

مولانا اکرم اعوان کا شہرہ آفاق سفر نامہ ''غبار راہ'' بھی خاصے کی چیز ہے جس میں مختلف تہذیبوں کا تقابلی موازنہ بڑے فکری وژن اور گہرے تجربے سے کیا گیا ہے اور مشرق ومغرب کے تضادات اور اقدار کا تذکرہ بھی لطیف پیرائے میں ملتا ہے۔ حضرت جی نے اپنے سفر نامہ کو کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے۔

ع ؎
سفر ہے شرط، مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

کیونکہ وہ خود ایک ایسا سائبان اور سایہ دار شجر ہیں جس کی چھتنار چھاؤں تلے تشنگانِ راہ وحق اور طالبان معرفت وصداقت ستاتے ہیں اور پھر تازہ دم ہو کر منزل کی جانب چل پڑتے ہیں۔ جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں۔

؎
کئی درد دریا ہیں جو زندگی میں
ہمیں غم کا ساگر بنا ڈالتے ہیں

مولانا اکرم اعوان کے علمی وادبی کارنامے دینی وروحانی خدمات نہ صرف نئی نسل کے لئے مشعل راہ ہیں بلکہ تشنگانِ راہ وفا اور حق کے متلاشیوں کیلئے بھی وسیلہ اصلاح ہیں انہوں نے قرآن پاک کی دس جلدوں کی تفسیر لکھنے کا اعزاز پایا۔ سفر نامہ بھی لکھا نعتیہ شاعری بھی عشق ومستی میں ڈوب کر کرتے ہیں۔ ان کی ذاتی لائبریری میں دنیا جہاں کی کتابیں موجود ہیں۔ ان کے اردو شعری مجموعوں میں ''گرد سفر''، ''نشان منزل''، ''متاع فقیر''، دیدہ تر آس جزیرہ سوچ سمندر، کونسی ایسی بات ہوئی ہے اور پنجابی مجموعہ ''دل دروازہ'' قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام کتابیں لاہور کے بڑے اور مستند اشاعتی اداروں نے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کی ہیں ان میں سے کچھ نسخے دوران ملاقات ''حضرت جی'' نے مجھ ناچیز کو اپنے آٹوگراف کے ساتھ عطا کئے جو میرے لئے

ایک گرانقدر اور قابل قدر اثاثہ ہیں۔

مولانا اکرم اعوان کی شاعری اور ہمہ جہت شخصیت کے بارے میں نامور مزاح نگار کرنل محمد خان (مصنف بجنگ آمد)، سید ضمیر جعفری، ڈاکٹر اجمل نیازی، علی اکبر منصور، ہارون الرشید، پروفیسر خورشید رضوی، جاوید چوہدری، زبیر رانا، خورشید ندیم، گلزار آفاقی اور قاضی غیاث الدین جانباز ایسے سکہ بند اہل قلم اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں۔

مولانا اکرم اعوان اردو شاعری میں ''سیماب'' اور پنجابی شاعری میں ''فقیر'' تخلص کرتے ہیں۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

سیماب صفت یہ فقیر پُر تنویر آشنائے دہر و حرم ہے اور اپنے آقا نبی کریمؐ سے روحانی بیعت کا اعزاز بھی رکھتا ہے............''حضرت جی'' آرزوئے وصل کی سرشاری اور آب حیات کی لذتِ شماری سے خوب آشنا ہیں اور اس یقین کو راسخ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد سچے عشاق جیا کرتے ہیں

آرزو وصل کی ہو جائے تو ہے آبِ حیات
بعد مرنے کے بھی عشاق جیا کرتے ہیں

ان کی شاعری جہاں عصر حاضر کے مسائل و آلام اور صورتحال کا بہت عمدہ اور بے لاگ اظہار ہے وہاں ان کے ذاتی و قلبی مشاہدات و محسوسات کا بیان بھی بڑے فنی رچاؤ اور تخلیقی بہاؤ کے ساتھ ملتا ہے کہ پڑھنے والا ان کا اسیر و ہمنوا ہو جاتا ہے ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

اک آس ملن کی ہے دلِ راز میں ہر دم
شعلہ سا لپکتا ہے بجھا کیوں نہیں دیتے
یا حُسن کی خیرات سے بھر دیں میری جھولی
یا دَر سے مجھے آپ اٹھا کیوں نہیں دیتے
جلنا ہو جس کو آگ میں جلتا ہے وہ فقیر
ہم جس میں جل بجھے تھے وہ چہرے کا نور تھا
جانے کس ہاتھ نے دریا میں دھکیلا ہے مجھے
بہنا ہرگز بھی نہ تھا پھر بھی بہے جاتا ہوں
آ بھی جاؤ کہ ڈھل رہا ہے دن
دشتِ ہجراں میں شب نہ ہو جائے

آخر میں اتنا ہی کہوں گا کہ مولانا اکرم اعوان اپنی شاعری اور تخلیقات کے ذریعے معاشرے کی اصلاح و فلاح کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ خلق خُدا کو صراط مستقیم پر چلنے اور روحانی طور پر مالا مال کرنے میں بھی بصدقِ دل کوشاں ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت اور ان کے احکامات کا پرچار ان کی زندگی کا مشن ہے وہ شاعری کو ''جزو پیغمبری'' سمجھتے ہیں میرے خیال میں آج کے اس مادی دور اور نفسانفسی کے عالم پُر خواب میں ان ایسی نابغہ، روزگار، بلند افکار اور روشن دماغ ہستیوں کا دم قدم بڑی غنیمت ہے جن کے وجودِ مسحور سے رونق رنگ و بو قائم ہے۔

بارش بھی ہے تیز ہوا بھی
کیسی انوکھی رات ہوئی ہے
اور کسی کا کیا بگڑے گا
ختم ہماری ذات ہوتی ہے

سلسلہ اور عقیدت شیخ
کا ایک تصور

فرمایا۔دراصل مصدر سلاسل جو بزرگ بنتے ہیں ان میں بھی انوارات تو براہ راست بارگاہ نبوی ﷺ سے آتے ہیں لیکن ان کی اپنی نسبت سے ان میں مختلف کیفیات کا اتار چڑھاؤ اور مختلف رنگوں کی آمیزش ہوتی ہے جو ان کے نام سے منسوب ہو جاتے ہیں۔لیکن کبھی کبھی ایسا زمانہ بھی آتا ہے کہ اللہ کریم کوئی ایسا بندہ یا کسی ہستی کو ایسی توفیق دے دیتے ہیں کہ بارگاہ نبوت سے جو آتا ہے اس ایک آدمی کو سیراب کرتا ہے اور باقی سربراہ سلاسل جو اس عہد کے ہوتے ہیں وہ بھی براہ راست حاصل نہیں کرتے بلکہ وہ اسی سے حاصل کرتے ہیں تو اللہ کی یہ نعمت اس سلسلہ عالیہ کو عطا ہوئی اگر کوئی اس شعبے کا ذمی ہو تو اسے از خود سمجھ آجاتی ہے چونکہ وہ ان چیزوں، ان فنون سے، ان کے حصول سے واقف ہوتا ہے اور اگر اس کی فنا فی الرسول تک یا بارگاہ نبوی ﷺ تک رسائی ہے تو اسے سمجھ بھی آجاتی ہے اور یہ جو غیر مرئی مخلوق یا جنات ہیں انہیں چونکہ یہ انوارات اور برکات نظر آتی ہیں تو یہ مخلوق ان کو سب سے زیادہ جانتی ہے۔ ایسے وجود جو ہوتے ہیں ان سے پھر ساری انسانیت سیراب ہوتی ہے لیکن میرے خیال میں چونکہ اس کا منوانا ضروری نہیں اور یقیناً ضروری نہیں ہے تو پھر اس کے لئے کسی بحث میں پڑنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ہاں جو لوگ طالب ہوتے ہیں، جو لوگ اخذ توفیق کرتے ہیں ان کے لئے جاننا ان کی بہتری، ان کی بھلائی اور ان کو ایک احساس کہ مجھے یہاں سے کیا کچھ مل سکتا ہے یا کیا کچھ اللہ نے مجھ پر رحم کیا ہے یا میں کتنی برکات حاصل کر سکتا ہوں۔ اس راستے کو اور مزید خالص کرنے کے لئے ان کے جاننے میں یہ بہت زیادہ منافع ہوتا ہے اور جو لوگ طالب نہیں اور اس سے برکات حاصل نہیں کر رہے ہیں تو وہ نہ بھی جانیں اور نہ بھی مانیں کچھ فرق نہیں پڑتا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

من الظلمٰت الی النور

تحریر۔ محمد شبر نذیر، ضلع گجرات

اس عالمِ آب وگل میں جب آنکھ کھولی اور آہستہ آہستہ کچھ اپنے گردوپیش محسوس کرنے کے قابل ہوا تو معلوم ہوا کہ میرے والد محترم پاکستان ایئرفورس میں ملازم ہیں اردگرد کا علاقہ پی۔اے۔الف ایئربیس کوہاٹ کہلاتا ہے ابتدائی دنیوی تعلیم حاصل کرنے سکول جانا شروع ہوتا ہے کہ والد محترم کو مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) جانا پڑ جاتا ہے۔یوں ہم بہن بھائی اپنے آبائی گاؤں ہریہ والا (گجرات) واپس آجاتے ہیں اور والد صاحب جنگی قیدی بنا لئے جاتے ہیں اچانک والد صاحب کی شفقت اور ان کی دینی اور دنیوی تربیت سے محرومی......مگر اس کٹھن دور میں والدہ صاحبہ اور بالخصوص دادا جان نے تربیت شروع فرمائی۔دادا جان کیساتھ روحانی لگاؤ بڑھتا گیا والد محترم جب جنگی قید سے رہا ہو کر واپس پاکستان پہنچے تو میں اس وقت پرائمری سیکشن میں تھا۔گاؤں کے سکول میں ٹاٹ وغیرہ اور تختیاں ایک جوہڑ نما تالاب سے دھو کر لکھا کرتے تھے۔ سکول کا ہینڈ پمپ ایک شوپیس کی طرح دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے اپنا دیدار کرا دیا کرتا تھا۔خیر والد صاحب نے سی۔بی ٹیکنیکل ہائی سکول چکلالہ میں داخل کرایا۔اللہ کریم نے والد صاحب کو کمال بصیرت عطا فرمائی تھی۔بڑی شفقت اور محبت سے ہر کمی کو پورا کیا اور ایک مرتبہ پھر وہ رنگ جو کوہاٹ میں دیکھا وہ دوبارہ زندگی میں نصیب ہوا اور یوں زندگی رواں دواں ہوئی۔ اساتذہ نے بھی بڑی راہنمائی فرمائی مڈل تک یہیں یہ سلسلہ چلتا رہا اور ایک بار پھر وقتی طور پر ہمیں والد صاحب کی پوسٹنگ کی وجہ سے جدائی برداشت کرنا پڑی اور ہم والدہ صاحبہ کے ہمراہ دادا جان اور دادی اماں

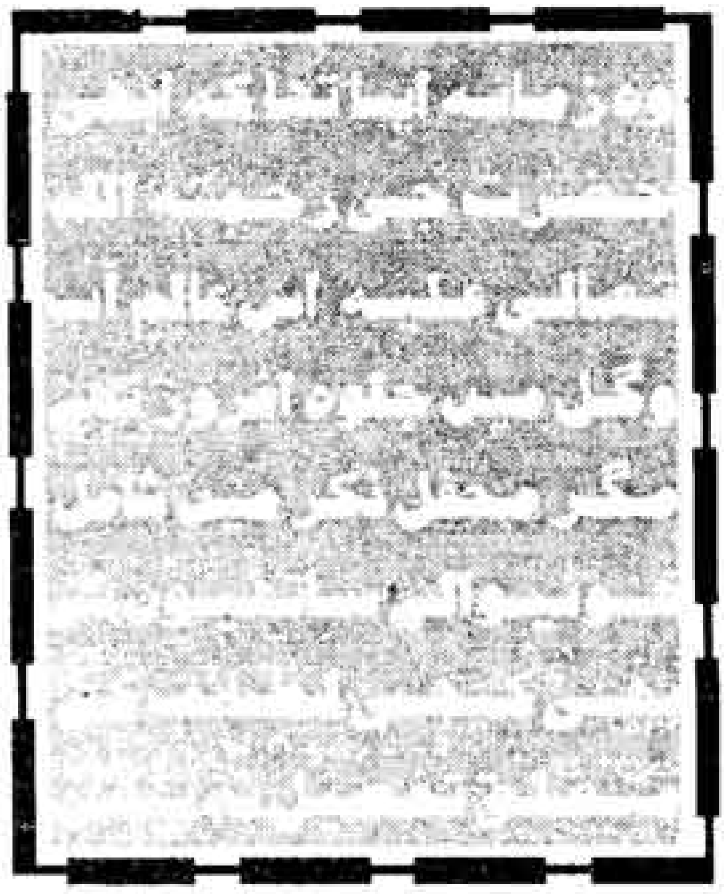

کے پاس گاؤں اور والد محترم رسالپور تشریف لے گئے۔ میٹرک تک تعلیم گجرات گورنمنٹ پبلک ہائی سکول ریلوے روڈ گجرات سے حاصل کی اور بی۔ایس۔سی گورنمنٹ زمیندار ڈگری کالج گجرات سے کی۔

اسی دوران والد صاحب دینی کتب بھی لا دیا کرتے تھے جن کا مطالعہ کرنا بھی ضروری ہوتا تھا۔اُن میں سے ہی غالباً ایک کتاب تصوف اور تعمیر سیرت جس میں سے تصوف بھول چکا تھا اور صرف تعمیر سیرت کے الفاظ ہی یاد تھے والد صاحب پاکستان ایئرفورس سے ریٹائرڈ زندگی گزار رہے تھے اور میں نے کالج میں داخلہ لینا تھا والد صاحب کو دوبارہ سروس جوائن کرنا پڑی اور وہ ڈیپوٹیشن پر سعودی عرب روانہ ہو گئے۔ اپنے پاکستان میں قیام کے دوران مجھے یہاں گجرات میں امان اللہ لک صاحب کے گھر ذکر کی محفل میں شامل ہونے کو کہا کرتے۔آخری دنوں میں جب وہ کینسر کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت لاغر ہو چکے تھے تو اپنی طالب علمی کی مصروفیات میں سے وقت نکال کر ہفتہ وار ذکر کی محفل میں خود بھی اور اپنے تایازاد اکلوتے بھائی کو بھی گاہے بگاہے ساتھ لے جایا کرتا اور اپنے گرد شُوں شُوں کرتے ہوئے لوگوں کو حیرت سے دیکھتا اور واپسی پر چائے بسکٹ کھا کر بائی سائیکل پر اپنے گاؤں واپس آ جاتا۔اُس وقت تک سلسلہ عالیہ کی برکات کا کچھ علم نہ تھا وہ زمانہ ایسا تھا کہ ابھی حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اس عالمِ آب وگل میں جلوہ افروز تھے مگر محفل ذکر میں شامل ہونے والے ساتھیوں نے بھی کبھی لطائف کے متعلق تفصیل نہ بتائی۔بہرحال والد صاحب کی صحت مزید بگڑتی چلی گئی اور میں بھی

www.naqshbandiaowaisiah.com

وہ زمانہ ایسا تھا کہ ابھی
حضرت جی رحمتہ اللہ
تعالیٰ علیہ اس عالمِ آب
وگل میں جلوہ افروز تھے
مگر محفلِ ذکر میں شامل
ہونیوالے ساتھیوں کو
بھی کبھی لطائف کے
متعلق تفصیل نہ بتائی

کبھار محفل ذکر میں شامل ہوتا اس کے بعد والد صاحب نے میری شادی کا فریضہ ادا کیا اور ایک دن بعد اس دنیا سے برزخ میں تشریف لے گئے۔ میرا بی۔ ایس۔ سی کا رزلٹ آؤٹ ہو چکا تھا اور میں گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم۔ ایس۔ سی میں داخلہ کے لئے تیار تھا۔ اس کے بعد مختلف مکاتب فکر کے علماء اور اُن کے پروگراموں میں شریک ہوتا رہا۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی وقت لگاتا رہا مگر دل کہیں بھی مطمئن ہوتا نظر نہ آتا۔

والد صاحب کی وفات کے بعد ایم۔ ایس۔ سی میں داخلہ۔ شادی کی ذمہ داریاں اور والد صاحب کی وفات کا صدمہ۔ ان حالات کا مقابلہ کرنے کی ہمت مجھ جیسے کمزور انسان میں کہاں۔ شاید بلکہ یقیناً اُن ذکر کی محفلوں میں بیٹھنے کی برکت تھی کہ رب کریم نے فسٹ کلاس رول آف آنر۔ سکالرشپ اور ریسرچ ڈسٹنکشن جیسی کامیابیوں سے نوازا۔ اب غم روزگار کے سائے، بیوی اور ایک بیٹی کی مزید ذمہ داریاں اور کافرانہ نظام زندگی۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ ایک یہودیوں کی کمپنی ایسیٹ فارماسیوٹیکل میں علاقائی منیجر کے طور پر ملازمت اختیار کی۔ ساتھ ہی لیکچرشپ کی آسامیاں اخبار میں دیکھ کر اپلائی کیا۔ کُل تین سیٹیں تھیں اور...... اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے سلیکشن ہو گئی اور پہلی تعیناتی ایف۔ جی کالج منگلا کینٹ میں ہوئی تقریباً دو سال کے عرصہ بعد پڑوس میں میجر محمد منظور صاحب جو آجکل گلگت فوجی فاؤنڈیشن سکول میں پرنسپل کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں کے ساتھ باقاعدہ ذکر شروع کیا۔ عجیب کیفیات تھیں جن کو ضبط تحریر میں لانا، یا اُن کو بیان کرنا شاید میرے پاس کوئی الفاظ نہیں ہیں۔ ذکر کرتے کچھ عرصہ گزر چکا تھا۔ ۱۹۹۴ء میں پہلی مرتبہ دارالعرفان منارہ میں میجر صاحب کے ساتھ حاضر ہوا۔ ابھی چھت پر مسجد سے ملحقہ کمروں میں سامان رکھا تھا کہ جلدی سے میجر

حضرت جی کے دست مبارک میں اپنا ہاتھ دیا اس وقت ایسی مسحور کن خوشبو تھی جو شاید زندگی میں پہلی بار میری روح کی گہرائیوں تک پیوست ہو چکی تھی

صاحب سیڑھیاں اترتے ہوئے مجھے بھی اپنے پیچھے آنے کا کہہ کر برق رفتاری سے نیچے جا رہے تھے دراصل انہوں نے حضرت مدظلہ العالی کی گاڑی کی آمد اور حضرت کو دیکھ لیا تھا۔ خیر بھاگم بھاگ میں بھی نیچے پہنچا تو دراز قد، وجیہہ قسم کی شخصیت سامنے مسکراتی ہوئی نظر آئی میں نے بھی بڑھ کر مصافحہ کیا۔ یہ وہ کیفیت تھی جو مصافحہ سے پہلے تھی جونہی حضرت کے دست مبارک میں اپنا ہاتھ دیا اسی وقت ایسی مسحور کن خوشبو تھی جو شاید زندگی میں پہلی بار میری روح کی گہرائیوں تک پیوست ہو چکی تھی۔ رات دارالعرفان میں جب سونے کے لئے فرش پر لیٹا تو گھر کے نرم و گداز بستر اور ایئرکنڈیشنر بھی بھول گئے۔ فوراً نیندیا پور کی وادیوں میں بھٹکتے ہوئے اپنے آپ کو حصار کے اندر بند جو جگہ جگہ غلاظتوں سے اٹی ہوئی ہے اس میں پریشان دیکھتا ہوں کہ اچانک ایک بگولہ سا نمودار ہو کر مجھ کو اپنے ساتھ اڑاتا ہوا حصار سے اور تعفن شدہ ماحول سے دور اتار دیتا ہے۔ آنکھ کھلتی ہے تو ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ ساتھی تہجد کے لئے اٹھ رہے تھے۔ وضو کر کے ذکر تہجد سے فارغ ہوئے تو حضرت کے جمعۃ المبارک کے خطاب کیلئے بے چینی سے انتظار کی گھڑیاں مزید طویل ہوتی چلی گئیں۔ حضرت اپنے کمرہ مبارک سے باہر تشریف لائے تو عجیب سی کیفیت پیدا ہوتی چلی گئی جو گرم گرم آنسوؤں کی حالت میں ٹپکنے لگی۔ حضرت کی آمد کا منظر دھندلا گیا۔ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش میں بے ساختہ حضرت مدظلہ العالی کی طرف لپکنے اور لپٹنے کو جی چاہ رہا تھا بڑی مشکل سے صبر کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت مدظلہ العالی نے خطاب شروع فرمایا تو لب مبارک سے جو الفاظ نکلتے عجیب رس سا کانوں میں گھولتے اور سانسوں کو اپنی مہک سے معطر کرتے ہوئے وہی رات والی خوشبو کا اثر مزید ابھارنے لگے۔ غالباً سورۃ النجم کی شرح پر بیان فرمایا تو دل کی اضطرابیوں نے پہلی مرتبہ زندگی میں وہ سکھ، چین اور راحت پائی جو شاید صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین صحبت نبویؐ سے پایا کرتے تھے۔ ہاں یہی وجہ ہے کہ حضرت مدظلہ العالی کو معیت رسالت ﷺ کی وہ کیفیت اور فنافی الرسول ﷺ کا درجہ حاصل ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

جوصرف اور صرف آپ مدظلہ العالی ہی کا خاصہ ہے جو اس فتنہ وفساد زدہ دور میں بھی مجھ جیسے سیاہ کاروں کو اس غلیظ اور تعفن زدہ ماحول سے نکال کر چودہ صدیوں کے فاصلے کو سمیٹتے ہوئے بارگاہ نبوی ﷺ میں پیش کر سکتے ہیں۔

یوں رات والے خواب کی تعبیر مجھ پر واضح ہو رہی تھی کہ کہاں دنیا کی ظاہری رنگارنگیاں جو درحقیقت غلاظتوں کا ڈھیر تھی جہاں سے نکال کر اللہ کریم نے ایک ولی کامل کی صحبت میں لا بٹھایا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

یہاں میں اس بات کا بھی تذکرہ کرنا چاہوں گا کہ ایک لحاظ سے محرومی بھی رہی کہ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ میں سلسلہ میں شامل نہ ہو سکا۔ جس کا سبب شاید میری غفلت تھی یا ان پرانے ساتھیوں کی، جنہوں نے صدیق دوراں کی عظمت اور سلسلہ عالیہ کی فضیلت کی بابت کچھ رہنمائی نہ فرمائی۔ بہرحال تمام احباب اور بالخصوص بزرگوں کو حلقہ ذکر میں نئے شامل ہونے والے ساتھیوں کی تربیت کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہیں ہماری وجہ سے کوئی شخص محروم نہ رہے۔

سلسلہ عالیہ میں شمولیت کے بعد زندگی پراثر انداز ہونے کے یوں تو بے شمار واقعات ہیں جنہیں قلم بند کرنا شاید مزید طوالت کا سبب بنے چند ایک چیدہ چیدہ پیش کرنا چاہوں گا جن میں سے ایک کچھ یوں ہے کہ میرے تایازاد بھائی کا اٹھنا بیٹھنا ایک ایسے گروہ کے ساتھ تھا جن کا پیشہ چوری، ڈاکہ اور عیاشی کے لئے شب نوشی جیسی چیزیں بہت مرغوب تھیں۔ گھر والے بھی اس بات کو ناپسند کرتے کہ ہمارا اکلوتا بیٹا کسی طرح اس صحبت بد کے اثرات سے بچ جائے۔ میرے خیال میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حقیقتاً یہ سلسلہ عالیہ کی فضیلت کا ہی اثر تھا کہ اللہ رب العزت نے اُس بری محفل سے بچا لیا۔ ساتھیوں کے

گناہوں کی کڑواہٹ، سیئنایت سے نفرت اور حسنات کی طرف رغبت حضرت مدظلہ العالی کی کرامات میں سے ہیں

ساتھ صرف بیٹھنے کا یہ اثر تھا جس میں ہمارا کوئی مجاہدہ نہ تھا جس کی برکت سے اللہ کریم نے مجھے بھی یہ توفیق ارزاں فرمائی کہ مجھے اس دن سے لیکر آج دن تک یاد نہیں کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑی ہو یا دانستہ تہجد میں غفلت برتی ہو۔ موسیقی اور ڈرامہ سے نفرت کا احساس بھی سلسلہ عالیہ کی برکات ہیں۔ مختصراً زندگی میں گناہوں کی کڑواہٹ، سیئنایت سے نفرت اور حسنات کی طرف رغبت حضرت مدظلہ العالی کی کرامات میں سے ہیں۔ مزید براں یہ کہ مجھ جیسے خاموش بزدل۔ ہجوم سے گھبراہٹ محسوس کرنے والے شخص کو جسے سوائے دنیوی علوم کے جس میں ماسٹر ڈگری حاصل کی تھی کچھ بھی نہ آتا تھا۔ زندگی میں پہلی بار ایک عالم ربانی، شیخ کامل، مفسرِ قرآن اور ہمہ جہت شخصیت نے دل کے وہ زنگ اتار کر ضیا پاشی فرمائی جس نے اتباع رسول ﷺ کا جذبہ مزید ابھارنا شروع کر دیا۔

سلسلہ عالیہ میں جب شامل ہوا تو کچھ عرصہ پہلے لطائف پر ہی میجر محمد منظور صاحب کے ساتھ ذکر کیا کرتا تھا تو آہستہ آہستہ اپنی اہلیہ محترمہ کو دعوت دینا شروع کی تو تضحیک کا نشانہ بننا پڑا دل پر سخت چوٹ پڑی کہ خداوند کریم تیرا مبارک ذکر ہو اور یہ طنز و مزاح۔ ٹوٹے دل سے رب کریم کے حضور دعا کی کہ بار الٰہی! اگر میں غلطی پر ہوں تو میری اصلاح فرما اور اگر میں صحیح سمت جا رہا ہوں تو اہلیہ کے دل کو بھی ان برکات نبویؐ سے روشن فرما کر نفاذِ شریعت میں معاون بنا۔ اللہ نے کرم فرمایا اور زوجہ محترمہ نے ذکر پر آمادگی کا اظہار کیا مگر سارے لطائف کی بجائے صرف لطیفہ قلب پر اکتفا فرمایا اور یوں پہلے ہی ذکر کی برکت سے اللہ کریم نے قلب کی نگاہ عطا فرمائی اور ذکر کے اختتام پر رقت کی کیفیت اور مشاہدات کا تذکرہ شروع کر دیا۔ توبۃ النصوح کر کے باقاعدہ ذکر میں اور سلسلہ میں شامل ہو کر نفاذ اسلام کے مشن سے وابستہ ہو گئی۔ بیوی کے ساتھ ساتھ سسرال والوں اور دیگر رشتہ داروں کو بھی دعوت دیتا رہا۔ الحمدللہ چاروں بھائی، بہنیں اور بہنوئی بھی دو ماموں زاد بھائی، خالہ جان، خالو جان ایک ماموں جان اور ایک چچا جان بھی داخل سلسلہ ہوئے اللہ کریم اس نعمت کی قدر کرنے اور اس پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ علاوہ ازیں کالج کے بے شمار

www.naqshbandiaowaisiah.com

طلباء وطالبات خط کے ذریعے سلسلہ عالیہ سے منسلک ہوئے۔ جس طالبہ نے بھی خط کے ذریعے بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت مدظلہ العالی نے کمال شفقت سے یہ نسبت اویسیہ سے سرفراز فرمایا۔

ایک واقعہ اہلیہ کے ایکسیڈنٹ کا اور ذکر قلبی کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ اہلیہ صرف لطیفہ قلب کیا کرتی تھی کہ ایک خطرناک حادثہ سے دوچار ہونا پڑا۔ دائیں ٹانگ میں بے شمار چوٹیں آئیں۔ سر کی دو ہڈیاں فریکچر ہوگئیں۔ ہوش وحواس کھوبیٹھی اور جب جائے حادثہ سے ایک نیم مردہ لاش کو اٹھا کر ہسپتال لے جارہے تھے کہ راستے میں ریلوے کراسنگ سے گزرتے ہوئے جھٹکے نے لطیفہ قلب کو واضح طور پر اللہ ہو اللہ ہو کو اردگرد کے لوگوں کو حیران اور متحیر کر کے رکھ دیا یوں سسرال والوں اور اہل خانہ کو ذکر قلبی کی اور حضرت شیخ المکرّم کی قدرومنزلت کا گرویدہ بنا دیا۔ بعد میں الحمد للہ حضرت شیخ المکرّم مدظلہ العالی کے نقش پلوانے کے اثرات تھے کہ رب کریم نے کھوئی ہوئی یادداشت بھی لوٹا دی اور زخم بھی ٹھیک ہو کر بالکل شفایاب ہوئی۔ انہی حالات کے دوران والدہ ماجدہ کو فالج کا حملہ ہوا تو پھر پریشانی کے عالم نے آگھیرا۔ دایاں پاؤں اور ٹانگ مفلوج ہو کر رہ گئی ہومیو پیتھی، ایلو پیتھی، تعویذ، دم درود اور نہ جانے کیا کیا جتن کیئے گئے آخر میں مشورہ طے پایا کہ کسی نیورو سرجن کو کنسلٹ کیا جائے اور اس ڈاکٹر سے علاج کرایا جائے تو یوں والدہ صاحبہ کو پاکستان کے مایہ ناز نیورو سرجن جنرل نثار فرینڈز ہاسپٹل صدر راولپنڈی لے گئے اس نے (Mylography) اور نہ جانے کیا کیا ٹیسٹ کرانے کے بعد ان کی رپورٹ میں کہا کہ ان کی ریڑھ کی ہڈی میں ٹیومرز (Tumers) ہیں اور غالباً ان کی ڈسک بھی متاثرہ ہے لہذا ان کا آپریشن ہوگا جو چھ یا سات گھنٹے کا ہوگا وہ ٹیومرز نکالیں گے۔ ڈسک کو

زندگی میں پہلی بار ایک عالم باعمل، شیخ کامل، مفسر قرآن اور ہمہ جہتی شخصیت نے دل کی [illegible]

درست کریں گے لیکن اخراجات بھی ڈیڑھ یا دو لاکھ روپے کے لگ بگ ہوں گے مگر سب سے زیادہ پریشان کرنے والی بات یہ تھی کہ پچاس فیصد چانسز ہیں کہ یہ ٹھیک ہو جائیں اور پچاس فیصد چانسز ہیں کہ آپریشن کے دوران بھی موت واقع ہو سکتی ہے۔ ان شرائط کے ساتھ اگر آپریشن کرانے کے لئے رضامند ہیں تو ٹھیک ورنہ دو یا تین ماہ تک دائیں ٹانگ کے بعد نچلا دھڑ بھی مفلوج ہو کر رہ جائے گا پیشاب پاخانہ بھی کنٹرول میں نہ رہے گا۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے سوچا یا اللہ کیا کروں کدھر جاؤ۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا یہ پریشانی کے عالم میں جملہ میجر محمد منظور صاحب نے بھی سنا اور فرمانے لگے کہ ہمارا بھی عجیب حال ہوتا ہے کہ پریشان ہوکر مادی چیزوں کا سہارا لیتے ہیں فرمانے لگے ڈوبتے کو بھی اللہ کا سہارا تنکہ بھی مخلوق ہے۔ مادی اسباب کو اختیار ضرور کریں مگر نگاہ مسبب الاسباب پر رکھیں۔ دوائیں وغیرہ جاری رکھیں مگر ایک کام ضرور ساتھ ہی جاری رکھیں وہ یہ کہ والدہ صاحبہ کو بتائیں کہ ہمیں اللہ نے اپنے ایک ولی کامل سے یہ نسخہ عطا فرمایا کہ جس میں نہ وضو کی قید نہ جگہ اور وقت کی قید۔ صبح اور شام دو وقت کم ازکم آدھا گھنٹہ سانس کی ہر آمد و شد کے ساتھ اللہ ھُو کا دم کریں اور پھر دیکھیں کہ کیا معاملہ ہوتا ہے۔ بہرحال ان حالات میں والدہ صاحبہ کو ایمبولینس میں منگلا سے گجرات ہریہ والا گاؤں چھوڑ کر واپس منگلا اپنی ملازمت پر آ گیا۔ ساتھ ہی ذکر کی تاکید اور طریقہ ذکر صرف لطیفہ قلب تک بتا کر آ گیا۔ ابھی تقریباً ۲۵ یا ۲۷ دن گزرے ہوں گے کہ گھر کے دروازے پر گھنٹی کے بجنے پر دروازے پر آ کر حیران ہو کر کھڑا ہو گیا کبھی اپنے آپ کو ٹٹولتا ہوں کبھی آنکھیں ملتا ہوں اور کبھی اپنے سامنے کھڑی والدہ محترمہ کو دیکھتا ہوں تو ان کی آواز مجھے چونکا دیتی ہے کہ بیٹا نہ تم خواب میں مجھے دیکھ رہے ہو اور نہ میں کوئی وہم وگمان ہوں۔ میں اکیلے گاؤں سے جہلم، دینہ اور وہاں سے برال کالونی سے ہو کر گھر پیدل آئی ہوں۔ والدہ صاحبہ کو اندر لے کر آیا ابھی تک حیرت زدہ اور پریشان تھا۔ فرمانے لگیں بیٹا میں تمہیں بتانے آئی ہوں کہ

"وتبارک اسمک" کی برکات کیا ہیں اور واقعی وہ شیخ کامل اور ولی کامل ہے جس کی زبان حق ترجمان نے یہ نسخہ بتایا اور آئندہ کسی بھی کینسر کے مریض۔ فالج کے مریض کو دیکھو تو ضرور اس کو بتاؤ کہ یہ برکات تو مادی جسم کو نصیب ہوئی تو صحت کاملہ نصیب ہوگئی مگر جو برکات روح کو نصیب ہوتی ہیں جو کیفیات قلب اطہر محمد ﷺ سے نصیب ہوتی ہیں۔ ان کو بیان کرنا میرے بس میں نہیں۔ الحمدللہ اب والدہ صاحبہ صحت مند ہیں اپنے معمولات زندگی عبادات خود سرانجام دے رہی ہیں تین یا چار سال ہونے کو آرہے ہیں۔ الحمدللہ صحت مند اور توانا زندگی بسر فرما رہی ہیں۔

سلوک کے اس سفر میں، میں اپنے جملہ احباب سلسلہ عالیہ اور بالخصوص ضلع جہلم کے احباب کا اور صاحب مجاز بزرگوں بالخصوص حافظ غلام جیلانی صاحب، حافظ غلام قادری صاحب اور جناب غلام مصطفیٰ صاحب کا بھی ذکر کرنا چاہوں گا۔ جنہوں نے اس راہ میں میری راہنمائی فرمائی اور ان طلبہ اور طالبات کو بھی مراقبات کرائے اور ان کی روحانی تربیت بھی فرمائی اور فرما رہے ہیں۔ یہ سب حضرت مدظلہ العالی کی توجہ اور صاحب مجاز بزرگوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ اللہ کریم کے فضل وکرم سے اب سلسلہ عالیہ کے ساتھیوں میں ضلع جہلم بھی متحرک ہو رہا ہے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت خیمہ بستی میں ساتھیوں کی شمولیت ہے۔ جس کی کیفیات اور لذتوں کو ضبط تحریر میں لانا میرے بیان سے باہر ہے۔ قصہ مختصر یوں عرض کروں گا کہ موت کا خوف، موت کی بیعت کے ساتھ اترنا شروع ہو گیا تھا۔ مگر عملی طور پر اس کا مظاہرہ خیمہ بستی کی ان معطر فضاؤں میں ہوا۔ جو نعرہ تکبیر کے فلک شگاف نعروں سے لرزتی تھی اور ان مناظر سے ہوا جن میں ٹانگوں سے معذور افراد، بیماریوں سے مجبور اور کافرانہ نظام کی ستم ظریفیوں سے

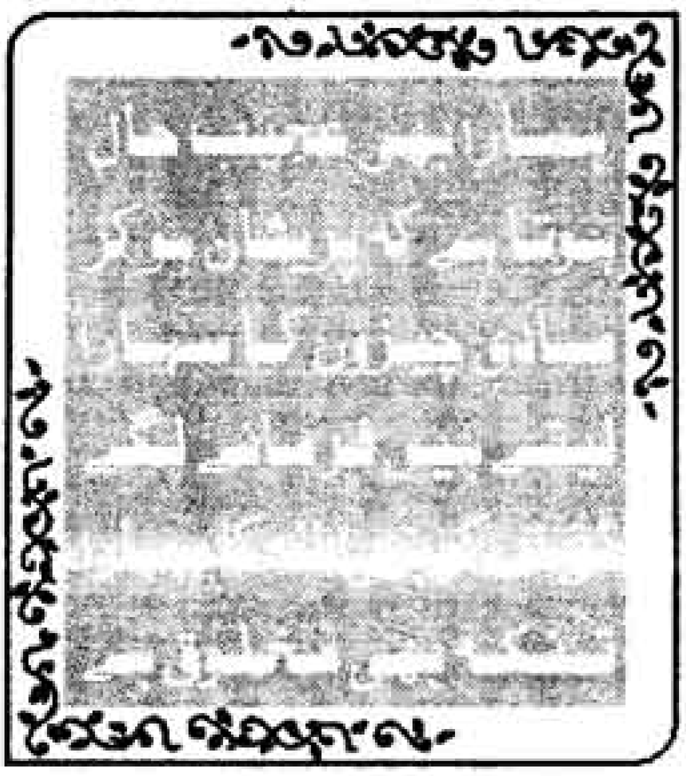

مقہور افراد اور بوڑھے اور ضعیف بزرگوں کے جواں جذبوں کی ترجمانی نے ہوا۔

جہاں تک انقلابات زمانہ کا تعلق ہے تو اس میں مجھ جیسے نااہل اور نالائقوں نے کیا انقلابات بپا کرنے ہیں ہاں اپنی زندگی میں ایک انقلاب ضرور دیکھ رہا ہوں۔ جس کے لئے میں پھر حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی ہی کا ذکر کروں گا۔ کہ جس کی وساطت سے اللہ اللہ کرتے وہ نعمت نصیب ہوئی جو کہ فی زمانہ ناپید اور محال ہے کہیں اور جہاں میں نہیں ملتی اور میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ ہوگا کہ اللہ کریم اس طرح سے کاملین کی جماعت کے ساتھ اس پرفتن دور میں جوڑ دے گا۔ ۲۸ اور ۲۹ جنوری ۱۹۹۹ء کی درمیانی شب بعد از نماز تراویح حضرت مدظلہ العالی نے ذکر کرایا اور ۱۴ صدیوں کے فاصلے کو سمیٹتے ہوئے برزخ میں اس سیاہ کار کی روح کو بارگاہ نبوی علی صاحب الصلوۃ والسلام میں پیش کیا اور روحانی بیعت جیسی دولت سے سرفراز فرمایا۔ ان انعامات کا اور کیفیات کا کیا تذکرہ کروں اور کیسے کروں بس

میری آنکھوں میں بسا ہے وہ منظر اب تک
میری سانسوں میں رچی ہے وہ خوشبو اب تک

اللہ کریم سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم تمام مسلمانوں کو اس نعمت کا ادراک اور شعور عطا فرمائے اور اس کے حصول کے لئے وہ طلب صادق اور قلب صادق عطا فرمائے اور پھر اس پر استقامت کی دولت سے نوازتے ہوئے اس عالم آب وگل سے گزر کر اس برزخ اور پھر ابدالاباد تک اپنا قرب پانے کی، اپنی رضا کی، اپنے حبیب ﷺ کے عشق سے سرشار رہنے کی توفیق ارزاں فرمائے رکھے۔ آمین ثم آمین۔

ذکر وتوجہ

ذکر جب ہوتا ہے تو وہ خود ہی اپنا خیال کروا لیتا ہے بس ہو جائے سہی۔ جب تک توجہ اپنے بس میں رہے تب تک یہ پتہ چلتا ہے کہ ابھی ذکر خام ہے۔ جب ذکر میں پختگی آتی ہے تو پھر توجہ اپنے بس سے نکل جاتی ہے پھر اس طرف چلی جاتی ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

سے مجبور … ہستیوں سے

ہمارا بھی عجیب حال
ہوتا ہے کہ پریشان ہو کر
مادی چیزوں کا سہارا
لیتے ہیں فرمانے لگے
اُڑتے کو بھی اللہ کا سہارا
تنکہ بھی مخلوق ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

لذتِ آشنائی

مصنف۔ ابوالاحمدین

ترک دنیا تصوف کا لازمہ ہے نہ اسے اہل اللہ کے ہاں مستحسن خیال کیا جاتا ہے اگرچہ عوام الناس میں یہ تصور عام ہے کہ گوشہ نشینی عین تصوف بلکہ انتہائے ولایت ہے۔ اس عمومی سوچ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ منازل سلوک میں ترقی کے ساتھ ساتھ امورِ دنیا سے لاتعلقی اور تخلیہ پسندی کا رجحان بعض اوقات غلبہ اختیار کر لیتا ہے جسے دیکھتے ہوئے گوشہ نشینی کو قربِ الٰہی کا مظہر سمجھ لیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قربِ الٰہی کے جو اعلیٰ مدارج صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کو نصیب ہوئے ان کا حصول بعد میں آنے والوں کے بس کی بات نہیں لیکن صحابہؓ کی زندگیاں خلوت کی بجائے اجتماعیت اور عملی زندگی کی بہترین مثال ہیں۔ تصوف کے مروجہ تصور کے مطابق اگر یہ نفوسِ قدسی بلندی مدارج کے باعث اللہ تعالیٰ سے لو لگا کر گوشہ نشینی اختیار کر لیتے تو آج کرۂ ارض پر اسلام کا وجود ممکن نہ ہوتا۔

اسی طرح صحابہ کے بعد بھی صاحب عزیمت وہی کہلایا جو ان کے نقشِ پا پر چل سکا۔ وہی شیخ اور رہبر ٹھہرا اور اسی کو ولایتِ عظمیٰ نصیب ہوئی جس نے اپنی ذات سے ایک تحریک بپا کی، زمانے کو متاثر کیا اور تجدید و احیائے دین کا حق اس طرح ادا کیا کہ وقت کی دست برد اس کے ثبت کئے ہوئے نقوش کھرچنے میں ناکام رہی۔

مدارج سلوک طے کرتے ہوئے البتہ ایک دور ایسا بھی آتا ہے جب تعلق مع اللہ اور قرب الٰہی کا ادراک باقی ہر تعلق اور احساس پر غلبہ اختیار کر لیتا ہے۔ کیف و محویت کے اس عالم میں صورت یہ ہوتی ہے:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

صرف ایک تمنا باقی رہ جاتی ہے کہ قرب و وصال کے یہ لمحات ابد ہو جائیں اور تصورِ جاناں میں کوئی اور مخل نہ ہو۔ سلوک کی ایک منزل کے بعد اگلی منزل کی جستجو اور قرب مزید کی تڑپ دو آتشہ ہو جاتی ہے۔ ففروا الی اللہ کا رستہ کٹتا چلا جاتا ہے لیکن جہاں منزل لامکان ہو، حصولِ منزل ممکن نہ اختتامِ سفر کا تصور۔

یہ وہ سفر ہے جو موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے یہاں تک کہ جنت میں رویتِ باری تعالیٰ کے باوجود ختم نہ ہوگا۔ اس راستے کا ہر نشان سستانے کی بجائے اور مہمیز کا تقاضا کرتا ہے۔ وہی مسافر اس راہ کا شاہسوار کہلایا جس نے اکیلے سفر کی بجائے کارواں کی رہنمائی کی، گرنے والوں کو تھام لیا، بھٹکنے والوں کو منزل کی پہچان عطا کی اور رکنے والوں کو پھر سے عازمِ سفر کیا۔ لذت آشنائی کے سرور و کیف میں سرشار ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو سنبھالنا ایک کاردارد ہے جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اس مقام عزیمت پر خال خال ہستیاں فائز نظر آتی ہیں جو آج بھی میرِ کارواں ہیں۔ ان میں حضرت جیؒ ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔

حضرت جیؒ کے روحانی سفر کی ایک جھلک ''رہ نوردِ شوق'' کے عنوان کے تحت پیش کی جا چکی ہے۔ آپؒ کے اس سفر کا ادراک اگرچہ ہمارے بس کی بات نہیں، تاہم یہ جان لینا کافی ہوگا کہ تاریخ تصوف میں جو بلندیٔ منازل اصحاب عزیمت کو اواخر عمر میں نصیب ہوئیں، حضرت جیؒ اپنے ابتدائی دور میں ان منازل سے گزر چکے تھے۔ اس سفر میں سید علی ہجویریؒ (لاہور قلعہ والے غوث) حضرت معین الدین چشتیؒ اور سید عبدالقادر جیلانیؒ جیسے شاہسوار طریقت مختلف منازل طے کرتے ہوئے روحانی طور پر آپؒ کے شریک سفر تھے۔ پھر ایک مقام ایسا بھی آیا جس کے بعد براہ راست اللہ تعالیٰ کی توجہ نصیب ہوئی۔ قرب الٰہی کی اس مسافت کے دوران لذت آشنائی بھی بلندیٔ منازل کے ساتھ ساتھ روز افزوں تھی جس نے حضرت جیؒ کو دو عالم سے بے نیاز کر رکھا تھا۔

یہ 1947ء کے بعد کا دور تھا جب حضرت جیؒ کا مستقل قیام چکڑالہ میں تھا۔ درس و تدریس کی مصروفیات سے فراغت کے بعد زیادہ وقت ذکر و فکر میں بسر ہوتا۔ نماز باجماعت کیلئے مسجد چلے آتے لیکن فرائض کی ادائیگی کے فوراً بعد ذاتی

حجرہ میں تشریف لے جاتے جہاں ذکر وفکر کے دوران اکثر حالت استغراق طاری رہتی۔ زیادہ وقت مراقبات میں بالخصوص مراقبہ فنائی الرسول ﷺ میں گزرتا۔

ایک زمانہ تھا کہ حضرت جیؒ نے چکڑالہ میں عبداللہ کے فتنۂ انکار حدیث کی اس طرح بیخ کنی فرمائی تھی کہ اس شخص کے نام پر جاری ہونے والا چکڑالوی مذہب ہمیشہ کیلئے نابود ہوگیا تھا لیکن اب چکڑالہ اور اس کے گردونواح، بلکہ خطہ پوٹھوہار اور وادی سون سیکسر میں ایک نیا فتنہ زور پکڑ رہا تھا۔ یہ فتنۂ روافض تھا جس نے شہروں میں علماء کے ہاتھوں ناکامی کے بعد دور افتادہ دیہات کا رخ کیا تھا تاکہ مناظروں کے ذریعہ یہاں کے سادہ لوح دیہاتی مسلمانوں کا ایمان خراب کیا جاسکے۔ ان دیہات میں بہت کم علماء مذاہب باطلہ کی معلومات رکھتے تھے جس کی وجہ سے مناظروں میں علمی دلائل کی بجائے پھبتیوں اور ڈھکوسلوں کا سہارا لیتے۔ روافض چونکہ اس فن کے ماہر تھے۔ ان کے مقابلے میں مقامی علماء بری طرح زچ ہوتے اور جواب دینے سے قاصر رہتے جس کے نتیجہ میں روافض کا پلڑا بھاری رہتا۔ ان مناظروں میں احقاق حق صرف ان علماء کے بس کی بات تھی جو عقائد و تعلیمات اسلامی کے ساتھ مذاہب باطلہ اور بالخصوص تاریخ روافض اور ان کے عقائد نامرضیہ پر مکمل عبور رکھتے ہوں اور نہ صرف فن خطابت سے لیس ہوں بلکہ کج بحثیوں اور حجتوں کے برجستہ جواب کیلئے بلا کے حاضر دماغ بھی ہوں۔

حضرت جیؒ اگرچہ زمانہ طالب علمی میں یہ جوہر منوا چکے تھے لیکن اب یہ آپؒ کی حیات طیبہ کا وہ دور تھا جب شب و روز عالم جذب وشوق میں گزر رہے تھے۔ یہ مکمل خود سپردگی و خود فراموشی کا زمانہ تھا۔ حضرت جیؒ کے الفاظ میں:

''ایک میں ہوں ایک میرا رب ہو،
ہمارے درمیان کوئی دوسرا حائل نہ ہو۔''

لیکن یہ سکون دراصل ایک تلاطم کا پیش خیمہ تھا۔ لذت آشنائی کے اس پر کیف دور میں حضرت جیؒ کی خلوتوں میں تلاطم برپا کرنے اور پھر اصلاح احوال کے لئے میدان عمل میں اترنے کا سبب دربار نبوی ﷺ سے ملنے والا ایک پیغام بنا جو آپؒ کی زندگی کا انتہائی اہم ترین موڑ تھا۔ ایک روز مراقبہ سحرگاہی کے دوران حضرت جیؒ حسب معمول بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو محسوس کیا کہ آپ ﷺ بغیر کسی کو براہ راست مخاطب کئے ناصحانہ انداز میں فرما رہے تھے:۔

دین کی بربادی اور اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے۔ اس کا دفاع کرنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود لوگ ذاتی نقصان کا سوچ کر خاموش تماشائی ہیں۔ سوچ لیں کل محشر میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔

دین کی یہ عمارت بنی بنائی آسمان سے نہیں اتری۔ اس کی تعمیر میں اینٹوں کی جگہ میرے صحابہ کی ہڈیاں اور گارے کی جگہ میرے صحابہ کا گوشت لگا ہے۔ پانی کی جگہ میرے صحابہ کا خون استعمال ہوا ہے۔

یہ الفاظ سنتے ہی حضرت جیؒ چونک گئے۔ آپؒ نے سمجھا کہ یہ پیغام میرے لئے ہے۔ اس کے بعد آپؒ عمر بھر آرام سے نہیں بیٹھے۔ خطابت سے، زور قلم سے، مالی و جانی وسائل کے ساتھ ہر میدان اور ہر محاذ پر آپؒ نے روافض کا بھرپور مقابلہ کیا۔

یہ مناظروں کا دور تھا۔ پورا پورا گاؤں مناظرانہ جنگ کے نتیجہ میں اپنے عقائد سے تائب ہو جاتا اور کسی گولی یا لاٹھی کی ضرورت پیش نہ آتی۔ فریقین ایک میدان میں آمنے سامنے بیٹھ کر مناظرہ سنتے۔ ایک دوسرے کو برداشت کرتے لیکن جو فریق میدان مار لیتا اسکی فتح پورے علاقے میں اس کے برحق ہونے کی دلیل بن جاتی۔ ان حالات میں حضرت جیؒ نے مناظروں کی دنیا میں قدم رکھا اور پھر کچھ ہی عرصہ میں میانوالی سے لے کر ملتان، حیدر آباد، جہلم حتیٰ کہ آزاد کشمیر تک روافض کے مقابلے میں حق کی دلیل بن گئے۔

اس بات کا تعین مشکل ہوگا کہ حضرت جیؒ کی زندگی میں یہ عہد ساز واقعہ کب پیش آیا۔ حالات و قرائن کے مطابق یہ 1950ء سے کچھ عرصہ قبل کا زمانہ ہوگا۔ البتہ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ مناظروں کے میدان میں 1955ء تک ''فاتح اعظم'' کا خطاب حضرت جیؒ کی پہچان بن چکا تھا۔

ضرورت خادم
برائے دارالعرفان فیصل آباد
ہمیں دارالعرفان فیصل آباد کیلئے ایک خادم کی اشد ضرورت ہے درخواست دہندہ کھانا پکانا جانتا ہو۔ نیز صفائی اور چوکیدارہ بھی اس کی ذمہ داری ہوگی معقول تنخواہ دی جائے گی۔ ساتھی کو ترجیح دی جائے گی۔
عمر 45 سال سے زائد نہ ہو۔
منجانب۔ اظہر خورشید مرکز دارالعرفان ریلوے ہاؤسنگ سوسائٹی
عقب آبشار عبداللہ پور فیصل آباد فون نمبر 542284

www.naqshbandiaowaisiah.com

حج کی مرکزیت و عالمگیریت

ڈاکٹر لیاقت نیازی (ڈائریکٹر) لاہور میوزیم لاہور

حج اسلام کی عمارت کا چوتھا رکن ہے۔ حج کے لغوی معنی قصد اور ارادہ کے ہیں۔ بیت اللہ شریف کو مذہبی لحاظ سے مرکزیت حاصل ہے۔

ہندو، گنگا کے منبع کی زیارت کرتے ہیں، گنگا اور جمنا کے سنگم الہ آباد کی زیارت کرتے ہیں۔ مسلمان بیت اللہ کی زیارت کرتے ہیں۔ بیت اللہ شریف گویا اللہ تعالیٰ کا پایہ تخت (Metropolis) ہے۔ مکہ مکرمہ شہروں کی ماں (ام القریٰ) ہے۔ صفا اور مروہ کی سعی حضرت ہاجرہ جیسی عظیم ماں کی مامتا کی یادگار ہے۔ منیٰ ایک عظیم باپ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی قربانی کی یادگار ہے۔ شیطان پر کنکریاں پھینکنا شیطانی وساس کو رد کرنے کی یادگار ہے۔ سات دفعہ طواف کعبہ خالق حقیقی کے شاہی محل کا طواف ہے۔ بیت اللہ شریف اللہ کا وہ گھر ہے جہاں ہر سیاہ کار اور گناہ گار انسان اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہے:

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

حج کی فضیلت:

حج دنیا کا ایک فقید المثال، انتہائی پر امن اور سب سے بڑا اجتماع ہے۔ حج کے بعد دنیا کا سب سے بڑا اجتماع فرانس میں لڈیز (Loudeys) کے مقام پر ہوتا ہے جو حضرت مریمؑ سے منسوب ایک چشمے پر واقع ہے۔ یہ اجتماع کئی دن جاری رہتا ہے۔ اس کے برعکس حج ایک ہی دن لاکھوں مسلمانوں کا اجتماع ہے۔

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں حج کی بہت اہمیت وفضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

سورۃ حج کی آیت نمبر 4 میں ارشاد ہے:

''اور اس پرانے گھر کا طواف کریں''۔

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 19 میں ارشاد ہے:

''بے شک صفا و مروہ خدا کا شعار ہیں، تو جو خانہ کعبہ کا حج کرے یا عمرہ کرے، اس کا اس پر پھیرے لگانا، گناہ نہیں''۔

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 15 میں ارشاد ہے:

''اور جب ہم نے اس گھر (کعبہ) کو لوگوں کا مرجع مرکز اور امن بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کے یہ ذمہ کیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و صاف کرو اور جب ابراہیم نے کہا، میرے پروردگار! اس کو امن والا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں میں سے روزی دے''۔

سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے خدا کے لئے حج کیا اور اس میں ہوس رانی نہ کی اور گناہ نہ کیا، تو وہ ایسا ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا''۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین حصہ دوم کے صفحات 57-59 پر رقمطراز ہیں:

''مجاہدؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم سرکار رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اتنے میں یمن سے ایک جماعت آئی اور انہوں نے حضرت رسالت مآب ﷺ سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ ہمیں حج کے فضائل بتا دیجئے۔ فرمایا اچھا سنو! جو شخص اپنے گھر سے حج یا عمرے کے ارادے سے نکلتا ہے تو جب وہ کوئی قدم اٹھاتا ہے اور کوئی قدم زمین پر رکھتا ہے تو اس کے دونوں قدموں سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے (موسم خزاں میں) درختوں سے پتے جھڑ جاتے ہیں اور جب وہ مدینہ میں آتا ہے اور سلام کر کے مجھ سے مصافحہ کرتا ہے تو فرشتے اسے سلام کر کے اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جب ذوالحلیفہ (مدینہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

والوں کا میقات ہے جسے بیئر علی کہا جاتا ہے) کے چشمہ پر پہنچتا ہے اور نہاتا ہے تو اسے حق تعالیٰ گناہوں سے پاک فرما دیتا ہے اور جب وہ (احرام کے) نئے کپڑے پہن لیتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے لئے نیکیوں کی تجدید فرماتا ہے اور جب لبیک اللھم لبیک کہتا ہے تو حق تعالیٰ بھی لبیک وسعدیک فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں تیرا کلام سن رہا ہوں اور تجھے دیکھ رہا ہوں اور جب مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرتا ہے اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو حق تعالیٰ نیکیوں سے اس سے رابطہ قائم فرمالیتا ہے اور جب عرفات میں قیام کرتا ہے اور بلند آواز سے اپنی مرادیں مانگتا ہے تو حق تعالیٰ ان حاجیوں پر ساتویں آسمان والے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو اور اے میرے آسمانوں پر رہنے والو! تم میرے بندوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ ہر دور کے علاقہ سے آئے ہیں' ان کے بال پراگندہ ہیں' چہروں پر غبار ہے اور کافی مال خرچ کر کے اور سفر کی صعوبتیں اٹھا کر مکہ پہنچتے ہیں' مجھے اپنی عزت و جلالت اور بزرگی کی قسم میں ان میں سے بروں کو ان کے نیکوں کو دے دوں گا یعنی نیکوں کی وجہ سے بروں کو بخش دوں گا اور انہیں گناہوں سے اس طرح پاک کر دوں گا جیسے وہ آج ہی دنیا میں پیدا ہوئے ہیں۔ پھر جب حاجی شیطانوں پر کنکریاں مار کر اور سر منڈوا کر طواف کرتے ہیں تو عرش کے نیچے سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے (حاجیو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا ہے) بخشے ہوئے اپنے اپنے گھر جاؤ۔ آج سے تم از سر نو عمل کرو۔"

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے کہ Lady Evelyne اپنی کتاب Pilgrimage To Mecca میں تحریر کرتی ہیں کہ بیت اللہ میں بعض مقامات ایسے ہیں جو یہودیوں' عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے متبرک ہیں مثلاً مقام ابراہیم۔

جغرافیائی شیرازہ بندی :

حج وہ جغرافیائی شیرازہ بندی ہے جس میں ملت کے وہ تمام افراد بندھے ہوئے ہیں جو مختلف ملکوں' زبانوں اور تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کی قومیت تمدن و معاشرت' رنگ وروپ اور لباس مختلف ہوتا ہے۔ وہ یہاں ام القریٰ (شہروں کی ماں) میں آ کر ایک ہو جاتے ہیں۔ یہاں آ کر وہ قومیت کی لعنتوں سے بچ جاتے ہیں۔

جنگ وجدال اور فتنہ وفساد :

جنگ وجدال اور فتنہ وفساد قومیت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ حرم ربانی امن کا گھر ہے جہاں ہر قسم کی خون ریزی سے بچنے کا سبق ملتا ہے۔ تمام مسلم برادری جو کلمہ توحید میں منسلک ہے یہاں امن کا مظاہرہ کرتی ہے۔

دنیا کی مرکزیت :

آج دنیا کی قومیں ہیگ (ہالینڈ) میں اقوام عالم کی مشترکہ عدالت (International Court Of Justice) سے اپنا فیصلہ کراتی ہیں جس پر وہ عمل بھی نہیں کرا سکتے۔ یہ کعبہ صدیوں سے مسلمانوں کی عدالت بھی رہا اور سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے ایک مرکز رہا ہے۔ مسلم ممالک کی مشترکہ عدالت سعودی عرب میں ہونی چاہئے۔

موسم حج اور سیاسی اور تنظیمی معاملات :

نبی کریم ﷺ کے دور میں' خلفائے راشدینؓ اور بعد ازاں کے ادوار میں خلیفہ کی مرکزیت مکہ میں رہی۔ حج کے موسم میں مختلف ممالک سے حکام اور گورنر یہاں آتے اور خلیفہ وقت ان کے مسائل سنتا۔ لوگوں کی بھی شکایت سنتے اور ان کی دادرسی ہوتی' امور مملکت اور تنظیمی معاملات کی رہنمائی ادھر سے ہوتی۔ اس طرح فساد ختم ہوتا۔ سورۃ بقرہ میں فساد کو ناپسند کیا گیا ہے۔

مرکزیت اور ترویج علم :

حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا جو مسلمانوں کے لئے ایک دائمی پیغام ہے۔ سندھ' سپین اور روس تک اسلامی تعلیمات اس مرکزیت کی وجہ سے پہنچیں۔ ابن مسعودؓ' ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کے شاگردوں نے اسلامی تعلیمات کی کرنیں دور دور تک پھیلائیں۔ موطا' صحیح بخاری' صحیح مسلم' جامع ترمذی جیسے احادیث کے دفاتر عالم وجود میں آئے۔ دنیا کے مسلمان جغرافیہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

نویس اور ابن بطوطہ جیسے سیاح حج کرنے آئے اور دور دراز علاقوں سے واقف ہوئے۔ مسلمان حج کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب آئے اور سیاست اور بین الاقوامی معاملات میں دلچسپی لینے لگے۔ وہ ہر اس گوشے سے دلچسپی لینے لگے جہاں منارہ سے اللہ اکبر کی آواز بلند ہوتی ہے۔

دور حاضر میں حج کی مرکزیت کی وجہ سے مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ تمام مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کریں۔

بقول شبلی نعمانیؒ اور سلیمان ندویؒ :

''الغرض حج اسلام کا صرف مذہبی رکن ہی نہیں بلکہ وہ اخلاقی' معاشرتی' اقتصادی' سیاسی یعنی قومی وملی زندگی کے ہر رخ اور ہر پہلو پر حاوی اور ہر مسلمان کی عالمگیر بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بڑا منارہ ہے''۔ (بحوالہ: سیرت النبی ﷺ)

آکسفورڈ انسائیکلو پیڈیا آف دی ماڈرن اسلامک ورلڈ کے مطابق تاریخی لحاظ سے جغرافیائی لحاظ سے اور روحانی و معاشرتی لحاظ سے حج ایک فقید المثال عبادت ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی شہرہ آفاق کتب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ حج میں اللہ کی نشانیاں ہیں۔ بیت اللہ سے (فتح مکہ کے موقع پر) شرک ختم کیا گیا اور بت توڑ دیئے گئے۔

مقام افسوس ہے کہ آج بھی کئی ایک بت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ اونچی ذات پات اور برادریوں کے بت' خاندانی وجاہتوں کے بت' دولت کے بت' اونچے عہدوں کے بت' عیش وعشرت کے بت۔ نہ جانے کیسے کیسے بت ہم نے سجا رکھے ہیں۔ ان تمام بتوں کو توڑنے کی ضرورت ہے۔ اسلام مساوات اور عدل کا حکم دیتا ہے اور یہی حج کی اصل روح ہے۔ ہم معاشرے میں حقوق العباد کا خیال نہیں رکھتے۔ رشتہ داروں کا خیال نہیں رکھتے' پڑوسیوں کا خیال نہیں رکھتے' شرف انسانیت کا پاس بھی نہیں' ہم انسانیت کی تذلیل کرتے ہیں۔ یہ ایسے گناہ ہیں جو حج کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتے۔

☆☆☆☆☆☆

☆ ☆ پیر اور تعویز ☆ ☆

فرمایا :- میں تنگ آچکا ہوں اس بات سے کہ لوگ مجھ سے تعویز حاصل کریں۔ میرا یہ سلیقہ نہیں ہے۔ میں اللہ کے راستہ میں دیوار نہیں ہوں' میرے پاس کوئی ایسا تعویذ نہیں ہے کہ اللہ کی مخلوق کی تعداد بڑھا یا گھٹا سکوں۔ کوئی ایسا تعویذ نہیں ہے کہ جسے اللہ پیدا کرنا نہیں چاہتا' میں تعویذ لکھ دوں اور اللہ اپنا پروگرام بدل دے اور وہ پیدا ہو جائے۔ جسے اللہ بیمار کرنا چاہتا ہے اسے میں شفا نہیں دے سکتا۔ جسے رب شفا دینا چاہتا ہے میں اسے بیمار نہیں کر سکتا۔ جسے اللہ دولت دینا چاہتا ہے میں اس کا دست قدرت نہیں روک سکتا۔ جس پر وہ مفلسی بھیجنا چاہتا ہے میں اس کے خزانے سے چھین کر اسے کچھ نہیں دے سکتا۔ اگر آپ یہ امیدیں لے کر میرے پاس آتے ہیں تو میرا اللہ گواہ ہے میں آپ کے کسی کام نہیں آسکتا آج بھی کہہ رہا ہوں میدان حشر میں بھی کہہ دوں گا۔

(اقتباس از کنز الطالبین)

☆ ☆ تعویز ☆ ☆

فرمایا :- میں تعویذ کے خلاف نہیں ہوں لیکن میں اس بات کے خلاف ہوں کہ اللہ کو بھول کر مخلوق پر بھروسہ کر لیا جائے۔ تعویذ کو بھی اس حد تک رکھیں جس حد تک آپ میڈیکل سائنس سے مدد لیتے ہیں' جس حد تک آپ حکیم سے مدد لیتے ہیں اس حد تک۔ کسی نے دم کر دیا یا تعویذ لکھ دیا۔ ہو سکتا ہے ٹھیک ہو جائے' ہو سکتا ہے ٹھیک نہ ہو۔ میاں اللہ اللہ کرلو یہ جنس نایاب ہے۔ بندے کو پیدا کرنا' مارنا اس کا اپنا کام ہے وہ کسی کے تعویذوں کا محتاج نہیں ہے۔

(اقتباس از کنز الطالبین)

www.naqshbandiaowaisiah.com

تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرم اعوان کے بیانات

Daily YARN Faisalabad
چیف ایڈیٹر محمد اسلم
ڈیلی یارن فیصل آباد

یکم جنوری 2003 ڈیلی یارن

قائد اور رفقا نے قرآن کو اساس بنایا اور ملک حاصل کرلیا، ہم نے نظریہ ضرورت اختیار کیا تو ملک دولخت ہو گیا

ملکی وقار اور استحکام کیلئے نظریہ پاکستان اپنانا ہوگا' اکرم اعوان

ہر معاملے میں عالمی قوتوں کا ساتھ دینے کے باوجود ہمارے شہریوں سے دنیا بھر میں بدترین سلوک ہو رہا ہے، خود کو اپنے عمل سے منوانا ہوگا

چکوال (نمائندہ خصوصی) تنظیم الاخوان کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان نے کہا ہے کہ ملکی استحکام اور باوقار قوموں کے شانہ بشانہ کھڑا ہونے کے لئے ہمیں نظریہ ضرورت نہیں بلکہ نظریہ پاکستان کو اپنانا ہوگا۔ نظریہ پاکستان کی اساس مذہب اور قرآن ہے۔ اس لئے قائداعظم اور ان کے رفقاء نے عالمی مخالفت کے باوجود پاکستان حاصل کر لیا۔ وہ نظریہ ضرورت نہیں تھا۔ جبکہ ہم نے اسے اپنایا تو ملک دولخت ہوا۔ عالمی سطح پر پاکستان کے ساتھ ہر جگہ عالمی قوتوں کا ساتھ دینے کے باوجود تیسرے درجے کے شہریوں کا سا سلوک ہو رہا ہے انہوں نے کہا کہ نظام میں یا ملکی ترقی کے لئے کاوشوں کے لئے تبدیلی نظریہ ضرورت کے تحت نہیں آ سکتی، اس کے لئے عوام کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونا ہوگا اور اپنے عمل سے خود کو منوانا ہوگا صحافیوں سے انہوں نے کہا کہ ہر سطح پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا ساتھ دینے کے باوجود امریکہ میں مقیم پاکستانیوں کے ساتھ مجرموں اور اچھوتوں جیسا سلوک ہو رہا ہے۔ ہمارے ہاں سیاست روپے پیسے اور شخصیات کے گرد گھومتی ہے کچھ عرصہ بعد ہی حالات کی خرابی دور کرنے کے لئے نظریہ ضرورت کے تحت ہی فوج آ جاتی ہے جس سے ملک میں بار بار جمہوری عمل متاثر ہوتا ہے اور ہوتا چلا آ رہا ہے۔

20 جنوری 2003 ڈیلی یارن

Daily YARN Faisalabad
چیف ایڈیٹر محمد اسلم
ڈیلی یارن فیصل آباد

آرمی چیف کا صدر ہونا اور ایل ایف او معمولی مسائل ہیں' نفاذ اسلام کی ضرورت واضح کرنے کو اہمیت دی جائے

پرُامن تحریک کے ذریعے تبدیلی چاہتے ہیں' اکرم اعوان

ایک آدمی پورا پاکستان بن چکا عراق پر حملہ ہوا تو بھی حکومت امریکہ کا ساتھ دیتی رہے گی سب کچھ نظریہ ضرورت کے تحت چل رہا ہے، مشرف کو اقتدار چھوڑ دینا چاہئے

لاہور (نیوز لنک) تنظیم الاخوان کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان نے کہا ہے کہ صدر جنرل پرویز مشرف کے وردی اتارنے، ایل ایف او کو آئین کا حصہ نہ بننے دینے جیسے مطالبات معمولی نوعیت کے ہیں۔ اصل مسئلہ اس تحریک کو اجاگر کرنے کا ہے جس کے لئے یہ ملک بنا۔ وہ گزشتہ روز مقامی ہوٹل میں پنجاب یونین آف جرنلسٹس (دستور) کے زیر اہتمام پروگرام ''روبرو'' میں اظہار خیال کر رہے تھے اس موقع پر پی یو جے کے صدر سید انور قدوائی اور پی ایف یو جے کے صدر سعید آسی کے علاوہ اخبار نویسوں کی بڑی تعداد بھی موجود تھی مولانا اکرم اعوان نے کہا کہ موجودہ حکمران اس قسم کے کام کر رہے ہیں کہ جن سے رنجیت سنگھ کی روح کو بھی تڑپ رہی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ جس حکومت میں نیب سے سزا یافتہ نہ ہونا ڈی میرٹ (خامی) بن جائے اور اس میں وزیر داخلہ سمیت دیگر وزیر نیب کی عدالتوں سے سزا یافتہ ہوں اس سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ پاکستان عراق پر حملے کی صورت میں بھی وہی کردار ادا کرے گا۔ جو اس نے افغانستان پر حملے کی صورت میں ادا کیا تھا کیونکہ ایک آدمی ہی آج پورا پاکستان بن چکا ہے اور سب کچھ نظریہ ضرورت کے تحت چل رہا ہے۔ اس سے بہتر تھا کہ ہمیں امریکہ کی کالونی کر دیا جاتا تو شاید اس سے ہمارے ملک کی معیشت اور انسانی حقوق میں بہتری آ جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ملک میں پرامن تحریک کے ذریعہ تبدیلی چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ اسمبلیوں سے اسلامی نظام تو کیا نظام کفر کی بھی توقع نہیں کی جا سکتی، میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ موجودہ اسمبلیوں سے اسلامی نظام تو کیا نظام کفر کی بھی توقع نہیں کی جا سکتی، میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ متحدہ مجلس عمل والے جس تالاب کی طرف جا رہے ہیں یہ خود اس میں ڈوب جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ جنرل مشرف کو حکومت سے الگ ہو جانا چاہئے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

مراسلات

خطوط، تجاویز اور تحریریں اس پتہ پر ارسال کریں
ماہنامہ "المرشد"
اے ۔ ٹی ایم بلڈنگ پل کوریاں ۔ سمندری روڈ،
فیصل آباد۔ فون 041-668819

پروفیسر صفدر صاحب اٹک سے لکھتے ہیں کہ جنوری 2003ء کا شمارہ قابل تعریف ہے۔ پڑھنے سے ایمان میں پختگی آتی ہے۔ خاص کر یقین آخرت حضرت المکرم مدظلہ العالی کا مضمون تو عمل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ المکرم کو صحت دے اور عمر دراز کرے۔ آمین

☆ محترم عبدالقدیر اعوان صاحب نے المرشد کیلئے ایک مضمون "حالات حاضرہ اور ہم" ارسال کیا ہے جو کہ اس دفعہ شائع کیا گیا ہے۔

☆ م س۔ اویسی صاحب بورے والا نے اپنے ایک ارسال کردہ مضمون فتنہ انکار حدیث کی طرف توجہ دلائی ہے۔ دوسرا انہوں نے کہا ہے کہ فاضل دوست اے ایس قریشی صاحب کی طرف سے گزشتہ دو ماہ سے محترم امیر الاخوان کے بعض خطبات کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا ہے یہ بڑی اچھی بات ہے۔ بہتر ہے کہ اسے علیحدہ کتابی شکل میں بھی شائع کیا جائے۔ تو قارئین زیادہ مستفید ہوں گے

☆ عبدالجلیل فاروقی صاحب کراچی سے لکھتے ہیں کہ ہمارے پاس صفر ۱۴۲۳ / ذی العقدہ ۱۴۲۳ المرشد رسالے نہیں ہیں۔ ادارہ الفاروق نے ریکارڈ میں جلد بنانے کا کام شروع کیا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ ان رسالوں کا ایک ایک نسخہ روانہ فرمادیں تو باعث تشکر ہوگا۔

☆ عبداللہ ملک صاحب مرید کے سے لکھتے ہیں کہ ماہ فروری میں لوگ بسنت کی تیاری میں کروڑوں روپیہ صرف کردیتے ہیں۔ اس سے حادثات بہت ہوتے ہیں P.T.V پر اس کو خاصی ترجیح دی جاتی ہے۔ لاہور میں یہ کام عروج پر ہوتا ہے جبکہ اسی لاہور میں لوگ بے روزگاری کی وجہ سے خودکشی کر رہے ہیں۔ میری سلسلہ کے احباب سے درخواست ہے کہ اس ہندوانہ تہوار سے بچیں اور اپنے بچوں کو بھی روکیں۔

دعائے مغفرت

- سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی اللہ بخش زاہد (عبدالحکیم) کے ماموں شاہ محمد قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے
- میجر ہمایوں خاں (حیدرآباد) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔
- ابوظہبی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد سلیم کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے انتقال کرگئی ہیں
- حمید عالم (کراچی) کے چچا رحمت علی چوہدری قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔
- سلسلہ کے پرانے ساتھی اعجاز صاحب (اٹک) کی نانی امی صاحبہ اور ماموں زاد بھائی قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔